چڑی کہانیاں
شاہد زبیر

چڑی کہانیاں

پبلشرز	:	دستک پبلیکیشنز، گلگشت ملتان
کمپوزنگ	:	افضال گجر (کمپیوٹر لنکس گلگشت ملتان)
ٹائٹل/گرافکس	:	جواد حفیظ/کامران
پرنٹرز	:	شاہکار سعیدی پرنٹنگ پریس ملتان
اشاعت	:	نومبر 2012ء
قیمت	:	300 روپے
رابطہ	:	شاہد زبیر

0323-8636111,061-6521019

69 نشیمن کالونی بوسن روڈ ملتان

دستک پبلی کیشنز گول باغ گلگشت ملتان

0302-7766622

dastakpublication@yahoo.com

انتساب

سائرہ غلام نبی

کے نام

تخلیقات مصنف

..... کمال مطلوب	تحقیقی مضامین
..... آگہی	تحقیقی مضامین
..... ترغیب	دینی مقالات
..... حاجت مطلوب	مجموعہ وظائف
..... قرآنی پیشین گوئیاں	قرآن پاک سے
..... کیمیائے سعادت	تلخیص
..... کشف المحجوب	تلخیص
..... کیمیائے ہدایت	تصوف
..... حکایات اولیاء	تاریخی ادب
..... حکایات صفوریؒ۔ غزالیؒ	تاریخی ادب
..... کسب کمال	دینی مقالات
..... گھاس پر لکھی کہانیاں	افسانے
..... برف پر لکھی کہانیاں	افسانے
..... زمین پر لکھی کہانیاں	افسانے
..... اپنائیت کا سفر	نثری نظمیں
..... منسوخ نیند	نثری نظمیں
..... سوچ میں بیٹھے رنگ	نثری نظمیں
..... کروسان	مختصر نظمیں
..... سرخ موسم	نثری نظمیں
..... کمہار کے برتن	نثری نظمیں
..... سات سطروں کی کہانیاں	نثری نظمیں
..... دیوانے کا روزنامچہ	نثری نظمیں
..... برف کی قاشیں	نثری نظمیں
..... گھنے جسم میں ملاقات	نثری نظمیں
..... چوی کہانیاں	مختصر نظمیں
..... نمائندہ امریکی نظمیں	ترجمے

آنے والی کتابیں

..... نبیوں کی کہانیاں (قرآن پاک سے)

..... مقالاتِ جیلانیؒ

..... سفرنامہ امریکہ

..... دیانت (سیرت نبوی)

..... جسمانی و روحانی امراض

من کی موج اور شاہد زبیر

محبوب کے لئے ایک نظم

لافانی دیوتاؤں کی مانند وہ شخص،

مقدس ہے۔

جو ایک ذوق وشوق میں تمہارا ہم بزم ہوتا ہے

اور اسی اثنا میں،

جب وہ تمہیں دیکھتا ہے

اور سنتا ہے

تو اس کی گفتار میں ایک نرمی ہوتی ہے

اور مسکان میں ایک مٹھاس

اور اسی نے میری روح کا چین چھینا

اور میرے سینے میں طوفان برپا کر دیئے

اور جب میری نگاہیں اس پر پڑیں،

تب میرے من کی موج،

بے قابو ہو پڑی

میری سانس رک گئی

اور میری آواز بے آواز ہو گئی

میرا سینہ تمتما گیا،
اور ایک لطیف شعلہ،
پوری تندی میں میرے وجود سے گزرتا چلا گیا
میری دھندلائی آنکھوں میں ایک اندھیرا،
اترتا چلا گیا
اور میرے کانوں میں سناٹے سنسنائے
ایک شبنمی نمی میں،
میرے اعضاء،
سردی سے ٹھٹھر کے رہ گئے
میرا لہو ایک نرم دہشت میں کھولا کیا

میری مدھم پڑتی ہوئی نبض کی رفتار میں،
میرا دل دھڑکن بھول گیا
میرے ہوش و حواس کھو گئے
میں اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر،
مر گئی،"

(سیفو)

تعلیم

سیفو، میں تیرے سکول میں پڑھنا چاہتا ہوں
رقص، شعر، موسیقی کی تعلیم پانا چاہتا ہوں"

(شاہد زبیر)

شاہد زبیر اور ناچیز ایک زماں، مکان کے باسی اور ایک ہی گرو جناب ساحر شفیق کے چیلے ہیں۔ شاہد اپنے سکول، کالج اور یونیورسٹی کا ایک ذہین، فطین اور محنتی طالب علم تھا۔ اس نے ایک دلچسپ اور پر خطر زندگی بسر کی ہے۔ وہ ایک متشدد مذہبی بنیاد پرست ہے۔ جس پر ملا عمر کو بھی رشک آئے، مگر وہ سیفو سے رقص، شعر و موسیقی کی تعلیم پانا چاہتا ہے۔ مگر یہ غالب کی مانند ایک حربہ اور حکمت عملی نہیں ہے۔ جس نے کہا تھا،

"سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے"

غالب کے برعکس وہ سیفو سے محبت کے وسیلے ماضی اور حال، موت اور زندگی میں تبادلہ کو ممکن بناتا ہے۔ اس کے اندر توانائی کا وہ کبھی نہ بجھنے والا الاؤ ہے۔ جو اگر وہ کاروبار میں لگاتا، تو ملک ریاض اور اقبال زیڈ احمد کو بہت پیچھے چھوڑ دیتا۔ قانون کی بالادستی میں صرف کرتا، تو وہ عالی مرتبت چیف جسٹس افتخار چوھدری کے عدل سے آگے نکل کر پیپلز پارٹی کے ہر وزیر اعظم اور وزیر کو سو سو مرتبہ پھانسی پر لٹکاتا۔ اور یوں وہ منطق میں لامانع اجتماع نقیضین کی زندہ مثال ہے شاہد زبیر ایک ہمہ جہت شخص ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے مختصر عرصے میں افسانہ، تنقید اور شاعری میں وہ کام کیا ہے جو اور لوگوں کے لئے شاید دہائیوں میں بھی ممکن نہیں ہوتا۔

دنیا بھر کے قدیم ادب، مذاہب اور دیومالا میں نثری نظم کی ایک بھرپور اور توانا روایت موجود ہے، رگ وید، یجروید، اتھروید، عہدنامہ عتیق سب بنیادی طور پر نثری نظمیں ہیں اسی طرح قدیم مصری کتبوں پر لکھی محبت کی نظمیں، دیومالائی قصے ایسی نثری نظمیں ہے، جن میں میرے عزیز دوست اور نفسیات میں تمثالی مکتبہ فکر کے بانی جناب اختر احسن خیال میں لفظ اور تمثال ہم آہنگ ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے قدیم ہندی ادب سے مثال دی ہے جیسے خواہش کو یوں ہیئت مند کیا ہے۔

"سوریہ میرے بھیتر ابھر رہا ہے۔"

شاہد زبیر کی نثری نظموں میں بھی ہمیں لفظ اور تمثال کی یکجائیت دکھائی پڑتی ہے۔

جدید اردو ادب میں نثری نظم فرانسیسی شاعر جناب بادلیئر کی کتاب Flower of Evil بدی کے پھول کے حوالے سے آئی، سجاد ظہیر کی پگھلا نیلم ابتدائی نثری نظم کی مثال ہیں۔ بعدازاں جناب مبارک احمد، افضال احمد، عبدالرشید، سارا شگفتہ نے بہت عمدہ نثری نظمیں تحریر کیں۔ بالخصوص افضال احمد کی شاعری نے روایتی شاعری کے پرچارکوں کو بھی اس صنف کو سنجیدگی سے لینے پر مجبور کیا۔ ملتان میں ساحر شفیق نے جدید نثری نظم کو ایک نئے لہجے اور گہرائی سے ہمکنار کیا۔

چڑی کہانیاں، شاہد زبیر کا تازہ ترین نثری نظموں کا مجموعہ ہے۔ یہ ایک دلچسپ اور انوکھا تجربہ ہے اس میں چھ سو تین سطری اور تین سو ستر دو سطری نظمیں شامل ہیں۔ چڑی کہانیوں کی رد تشکیل کی جائے تو یہ نہ صرف ایک سطح پر اپنے اجتماعی لاشعور سے رابطے کا جتن ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ تین زمانوں کو ایک آہنگ میں لانے کی کاوش ہے۔ ان میں بعض نظمیں کلاسیکی اور صوفیانہ روایت میں ہیں، مذہب بلاشبہ ادب نہیں ہوتا، مگر اعلیٰ ادب میں ایک خاص طرح کی مذہبیت کا عنصر ضرور شامل ہوتا ہے۔ جسمیں کبھی کبھی ایک روحانیت بھی در آتی ہے۔ جیسے

"اسم اعظم"

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان

نہایت رحم والا ہے"

یا پھر

"دستکاری"

تیرا جلال، آسمان پر پھیل چکا

فضا نے اس کی دستکاری آویزاں کر دی

آخری دن بھی اس دن کی بات کرتا ہے

اسی طرح ان کی یہ نظم بھی کلاسیکی رنگ لئے ہوئے ہے۔ جیسے

''سمبل''

چلو ساحلوں کا سفر اختیار کریں
کشتیاں بادبان کھولے ہماری منتظر ہیں
سمندر محبتوں کے پھیلاؤ کا سمبل ہے

ہر عہد میں کئی عہد مستور ہوتے ہیں جیسے کلاسیکی یونانی اور قدیم یونانی عہد میں سوفوکلیز، ہیوڈ، اور ہومر کلاسیکیت کی نمائندگی کرتے ہیں تو یوری پیڈیز کو بآسانی جدیدیت کے خانہ میں رکھا جا سکتا ہے، جبکہ ارسٹوفینز اور سیفو بلاشبہ مابعد جدیدی رجحانات کے نمائندہ شاعر ہیں۔ چڑی کہانیوں میں بعض کہانیاں جدیدیت کے قریب ہیں جیسے 'افلاطون' کے وسیلے شاہد زبیر کلاسیکیت کو مسترد کرتا ہے اور وہ اپنے خیال کو یوں روپ مند کرتا ہے۔

''افلاطون''

اپنی نئی جیکٹ پہن کر
بوڑھے برگد کو اڑانے چلا ہوں
بہت الجھنیں لکھ دیں اس نے

یا پھر موجودہ جمہوریت کو وہ یوں مسترد کرتے ہیں۔ جمہوریت کا استرداد تو افلاطون نے بھی کیا تھا، مگر اس میں سقراط کے دلائل مختلف تھے۔ اور اسمیں شاہد زبیر نے طنز کا تیز ہتھیار استعمال کرنے میں بھی کسی بخل سے کام نہیں لیا۔

''تاج''

عیار، بدمعاش، بدکار، جمہوریت

جاہلوں اور کمزوروں کے سر پر رکھا

ٹھگوں، رسہ گیروں کا تاج ہے

اسی طرح ان کی بعض نظمیں بلکہ اکثر نظموں میں مابعد جدیدی رنگ غالب ہے۔ اور اسمیں طنز کے ساتھ ساتھ ستم ظریفی کو بھی بڑی مہارت سے برتا گیا ہے جیسے

''ای سی جی''

قمیض اتارو نرس نے کہا

اللہ خوش رکھے میراثی نے کہا

پہلے ای سی جی نہ کرلیں"

درج بالا ثلاثی میں طنز ستم ظریفی کے ساتھ ساتھ مابعد جدیدی باغیانہ اضافیت چھلکتی ہے۔ اسی طرح ان کی یہ ثلاثی دیکھیے۔

''دھواں''

کسی نے میرے سر میں

زہر بھر دیا تھا، میں دھواں بن کر

ایک بوتل میں چھپ گیا

شاہد زبیر کی تخلیقی بوچھاڑ کا کوئی انت نہیں مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اردو ادب میں شاید ہی کسی نے اتنی تیزی سے کام کیا ہو، اس نے بیک وقت روایت سے استفادہ کیا اور اس سے کلی انحراف کرتے ہوئے جدید نثری نظم کو اعتبار بخشا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس نے شاعری کو لسانی منطق کی غلامی سے رہائی دلا کر لفظ اور تمثال کو ایک نئے انداز سے ہم آہنگ کیا ہے۔ شاہد زبیر میں بیک وقت ایک ہمکتے ہوئے بچے اور دانا بزرگ کی نخستمثال پوری قوت سے عمل آرا ہوتی ہے اور ہمارے لئے ایک جہان کو آباد کرتی ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ سیفو سے اتنی شدت اور حدت سے محبت کرتے ہوئے، ماضی اور حال میں مکالمہ ممکن بناتے ہوئے، آنے والے زمانوں کو نئے انداز کی بہاروں سے ہمکنار کرے۔

خالد سعید

فہرست

اسم اعظم

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان

نہائت رحم والا ہے

روح

جب اس نے کہا، اٹھ اے آدم زاد

میں تیرے ساتھ باتیں کروں گا

تب میری روح داخل ہوئی تھی

کثرت

سب لوگ دلوں میں

بت نصب کیۓ بیٹھے ہیں،

مجھے ان کی کثرت کا سامنا ہے

تمنائی

ریتلی زمین پر ایک گھوڑا

بھاگم بھاگ، پو پھٹنے سے پہلے

افق کے پار اترنے کا تمنائی تھا

دستکاری

تیرا جلال، آسمان پر پھیل چکا

فضا نے اس کی دستکاری آویزاں کر دی

آخری دن بھی اس دن کی بات کرتا ہے

ای سی جی

قمیض اتارو، نرس نے کہا

اللہ خوش رکھے، میراثی نے کہا،

پہلے ای سی جی نہ کر لیں،

سیاہ لفظ

میں نے کیا اچھا کام کیا،

لاکھوں سیاہ لفظوں کو پھانس کر

اپنے نام کی کتابوں میں بند کر دیا

بغاوت

بدمعاش عورت

مرد کی نفسیات کے مطابق

بغاوت کا جھنڈا گاڑتی ہے

مماثلت

کنوؤں کے اپنے
طلسمات ہوتے ہیں
جنگل کی پریوں سے ان کی مماثلت نہیں ہوتی

عمر

میرے چہرے کی جھریاں گنو،
ہاں لگ بھگ یہی،
عمر ہے میری

پھول

تیری شال کے پھول
گرتے جاتے ہیں،
میں سمیٹتا پیچھے چل رہا ہوں

مٹھی

صبح سے شام تک میں
بے دلی کے ساتھ
ہوا کو مٹھی میں پکڑنے کی کوشش کرتا رہا

دھواں

کسی نے میرے سر میں،
زہر بھر دیا تھا، میں دھواں بن کر
ایک بوتل میں چھپ گیا

جنگل

جنگل اور کیا کر سکتا ہے
اژدھے منہ کھولے پھرتے ہیں،
موروں کو نگلنے کے واسطے

کالی مکھی

فرائڈ کے لفظوں پر
ایک کالی مکھی بیٹھی ہے
اڑاؤ، کہیں فلسفہ نہ لے جائے

جھریاں

بوڑھے گھر کے باہر
ایک پیلے قمقمے نے
جھریاں نمایاں کر دی ہیں

سوراخ

چیونٹیاں میرے اندر
روز نئی کہانیاں لکھتی ہیں
سوراخ، نالیوں بدل رہے ہیں،

روشنی

جگنو میری ہتھیلی سے
جاتے ہوئے، میرے
مقدر کی روشنی لے اڑے

حسن

اس کا نام عنایہ ہے
تم کہتے ہو،
حسن کا کوئی نام نہیں ہوتا

افلاطون

اپنی نئی جیکٹ پہن کر
بوڑھے برگد کو اڑانے چلا ہوں
بہت الجھنیں لکھ دی ہیں اس نے

درمیان

نو کا ہندسہ، اسم اعظم ہے،
اس کے بعد صفر پھر آ جاتا ہے،
اس کے درمیان کچھ نہ کچھ ہو گا ضرور

گرہ

ملنے کا وقت طے کر کے
میں نے رومال میں گرہ باندھ لی،
گرہ تو ہمیشہ بھولی ہوئی یاد تھی

بارش

بارش کی بوندیں،
بالوں سے الجھتی ہیں
سانسیں اکھڑنے والی ہیں

کوا

میرے درد اور سوگ کی ٹہنیوں پر
ایک کوا بیٹھا ہر وقت
کائیں کائیں کرتا ہے

پہیلی

ایک سنسان حویلی میں،
کل میں نے بوجھ لی،
صدیوں پرانی پہیلی

میت

میت، براق لباس پہنے
خاموش لیٹی ہے،
موت پر آنے والے بھی چپ ہیں

کرنیں

کل آنا تو اپنے ساتھ
چاند کی کرنیں بھر لانا،
اس سکوت بے پناہ کے لیے

پرانے کلچر

کھدائی کر کے دیکھ لو
ابل پڑیں گے
پرانے کلچر، ستانے کو

نروان

نروان کی تلاش میں
برگد کے نیچے، رات بسر کرنا،
اُسی کا کام تھا،

دیوار

میں اس کی دیوار تلے
ایک گھنٹہ بیٹھ کر
واپس شہر کو لوٹ آیا

چیونٹیاں

میں دن بھر اپنے بدن پر
چیونٹیاں شمار کرتا ہوں
ان کے راستے بناتا ہوں

ابجد

ہمارے دانتوں میں ابجد پھنسے ہیں
کچھ بے ربط جملے ہی ادا ہو جاتے
شائد کچھ مفہوم ادا ہو جاتا

لالٹین

لالٹین کی روشنی میں

دوسائے لپٹے پڑے ہیں،

اس لالٹیں کو ہٹادو

بوڑھے

تصویر میں کھڑے لوگوں کی

عمریں کیوں نہیں بڑھتیں

ہم تو بوڑھے ہوگئے

مفروضے

ساری زندگی مفروضوں پر گزر گئی

کچھ دن تو اکھٹے رہ لیں،

اگر، مگر اور فرض کیے بغیر

تاج

عیار، بدمعاش، بدکار جمہوریت

جاہلوں اور کمزوروں کے سر پر رکھا

ٹھگوں، سہ گیروں کا تاج ہے

اسم اعظم

آؤ تمہیں گھسیٹتے ہوئے

چڑیلوں کے جنگل میں لے جاؤں

وہاں تمہیں اسم اعظم ملے گا

زبور

داوٗدؑ کے ساتھ مل کر

زبور کا ایک نغمہ گاتے ہیں،

پرانے وقتوں سے ہو کر آتے ہیں

لے چلا

دل دھڑک رہا ہے / نہیں دھڑک رہا ہے

مر گیا ہوں شائد / شائد نہیں مرا ابھی

یہ میرا ہاتھ کس نے پکڑا ہے / کدھر لے چلا ہے

رشتہ

کوئی بین نہیں، کوئی نوحہ نہیں

مرنے والا لمبے عرصے سے بیمار تھا

سوگوار، رشتہ نبھانے آئے ہیں

تاریخ

میں جینے سے بیزار
صدیوں سے بھٹک رہا ہوں
تم نے مجھے نکالا کیوں تھا

کالی رات

سبدوں کے درمیان
ایک کالی رات بسر کرتے ہیں،
دیوی دیوؤں سے ملتے ہیں

پیلا پتہ

پیلا پتہ، درخت سے جدا ہو کر
زمین پر پڑا پوچھتا ہے
مرنے کے بعد، پتے کہاں جاتے ہیں

گھنٹی

آدھی رات میں
فون کی تین گھنٹیاں بجیں
میں سمجھ گیا، کسی کا سلام آیا ہے

غروب

میں اپنی کھال میں لپٹا
صدیوں سے گم سم کھڑا
دنیا غروب ہونے کا انتظار کرتا ہوں

پھول

میری کتاب میں ایک
تازہ پھول ملا ہے
پیچیدہ پہیلی، کہی ہے کسی نے

لکیر

میری ہتھیلی سے اچک لی
میری عمر کی لکیر کسی نے
ہے کوئی جو ادھار دے

نام

پرانی کتاب کو کھول کر دیکھا
ہر صفحے پر لکھا تھا
میری کلاس فیلو کا نام

بستر

گئی رات تک لکھیں

کہانیاں کتنی کروٹوں کی

بستر کی شکنوں پر

راکھ

روتے روتے رکھ دی

اس نے میرے ہاتھوں پر

شہر بھر کی راکھ

کہانیاں

میرے گھر کے آنگن میں

ننگے پاؤں چلتی ہیں

رات بھر کہانیاں کتنی

استاد

ادھیڑ عمر استاد سے پیار کرنا،

کوئی جرم نہیں،

شرع میں اس کی اجازت ہے

ٹھیک ہوا

ریاض سے ایک درخت لگایا

اس پر رنج کا پھل، اگ آیا

جو بھی ہوا، ٹھیک ہی ہوا

تتلی

پھول کا شہد تو

شہد کی مکھی لے گئی

تتلی کیوں منڈلاتی ہے

برادری

ایک کوا، کرنٹ لگنے سے

مرگیا ہے،

برادری نوحہ کرتی ہے

یاد

میں نے ایک بت بنایا ہے

اس کو سامنے بٹھایا کر،

خدا کو یاد کروں گا

یکسوئی

بیمار کو، بستر علالت پر
یکسوئی میسر آتی ہے
ماضی حال مستقبل رقص کرتے ہیں

جاہل

سولہ برس پڑھنے کے بعد
مجھے یہ ادراک ہوا،
میں پہلے سے زیادہ جاہل ہوں

چرسی

قبرستان میں بیٹھا چرسی
سگریٹ سلگائے
بیٹے کو یاد کرتا ہے

بستر

میرا بستر مٹی سے اٹا پڑا ہے،
پتہ نہیں، اس ہوا کو کیا ہے،
میرے بستر پر پاؤں جھاڑتی ہے

روحیں

عمر گھٹتی ہے یا بڑھتی ہے
آؤ روحیں بدل کر
دیکھ لیتے ہیں،

خاک

میرے بدن پر خاک چڑھا کر زمین کی
ایک حاشیہ کھینچ دو، صحن بنا دو
آنے والے پھانکیں گے، مٹی مزار کی

رشتے

لڑکیاں، ایک دن کی رفاقت میں
پچھلے سارے برس، سارے رشتے
بھول جاتی ہیں

جیت

آؤ تمہاری جیت کا کھیل کھیلتے ہیں
ایک پلڑے میں تم اپنی بے وفائی رکھ دو
دوسرے میں میرا اعتاب ہوگا،

وار

برفیلی ہوا کے وار اوچھے تھے
سرد جھونکوں نے ایک ہی رات میں
جسم کا ملبوس، ڈھیر کر دیا

سرگوشیاں

غنودہ ساعتیں لے کر
سرگوشیاں اترتی ہیں،
جسم کے مساموں میں،

وارفتگی

کشش کے ارغوانی روپ میں،
ایک برہنہ مورتی
وارفتگی کی لہریں، اٹھاتی ہے

سلطنت

میری سلطنت کی حد
دو چٹائیوں تک تھی
ایک لیٹتا تو دوسرا بیٹھا رہتا

جنگل

میرے اندر کی بدحواس دھن پر
ایک مور، رقص کرتا ہے
میرے بدن کو جنگل سمجھتا ہے

کمی

میں باہر جا رہا ہوں
اے عزیز روبوٹ
اس کو میری کمی محسوس نہ ہو

لفظ

پوری آنکھیں کھل نہیں پاتیں
جلتے صندل کے جنگل میں
لفظ ٹپک رہے ہیں پوروں سے

قرض

جو قرض خدا کا تھا
میں نے اتار دیا
خاک میں مل کر

جنگ

رات کو پڑنے والی چمک
صبح سویرے ہار جاتی ہے
سورج، شبنم کو چاٹ لیتا ہے

مال

آؤ چوری کا مال بانٹ لیں
یہ ایک ڈالر میرا ہے،
اسی روپے تمہارے ہیں

مر گیا

رحم مادر میں چھپا بدن
نا آسودہ اور نافہم لباس میں
سر ٹکرا کر مر گیا

رزق

آؤ پھوٹ پڑتے ہیں
ایک نیا جسم لے کر
زمین کا رزق بڑھاتے ہیں

شور

التوا میں رکھے،
سینکڑوں فیصلے
شور مچاتے ہیں

مکین

فراموشیوں میں لپٹی باختگی
جسم پر فتح پانے لگی ہے
مکین لباس بدل کر نکل گیا

استعارہ

اگلا موسم، نمو کا استعارہ ہے
سر پر بوندیں برساتا آسمان
اب اترنے ہی والا ہے

نڈھال

مزار کے گنبد سے اتر کر
صحن مسجد میں جمع ہوئے
بھوک سے نڈھال کبوتر،

ننگا

شدید آندھی نے
دروازہ کھول کر
کمرہ ننگا کر دیا

روحیں

روڑی کے ڈھیر پر
کچھ روحیں اٹکی تھیں
لالیوں کی چونچ میں

ڈاریں

دھوپ چھتوں پر بیٹھی ہے
بدن میں تازگی بھری ہے،
کبوتروں کی ڈاریں، اترتی ہیں،

گدڑی

میری تمام عمر کا حاصل
صد رنگ دھجیوں کی
ایک صدری، ایک گدڑی ہے

شکاری

آدمی پکڑ کر لے گئے
ہمارے جنگل کی
کچھ ڈائنیں

مسافت

مسافت کے پاؤں
شل ہوئے تھے
ایک خواب

ہوا

کواڑ کھول کر دیکھو
دروازہ جو کھٹکھٹا رہی ہے
کہیں ہوا ہی نہ ہو

رات

آنسوؤں کے گھر میں
آہٹیں پیدا کرتی ہے
اترتی ہوئی ایک رات

خوش رنگ

دہکتی چکوں کے پیچھے

خوش رنگ، خوش شکل چہرے

آگ لگائے بیٹھے تھے

بلا

سفر کے پاؤں میں لگی

ازل سے گھسٹ رہی ہے

ایک بلا..... میں

مسکراہٹ

دوپٹے کی سرسراہٹ میں

تیرتی چل رہی ہے

ایک ریشمی مسکراہٹ

طغیانی

دھواں دھار پانی کی،

طغیانی کو دیکھ کر

موت کی یاد آتی ہے

خودکشی

بھوکے گھر کی

جوان لڑکی نے

محبت میں خودکشی کر لی

منکہ

ناگن کو کیا ملا

اس کا زہر تو

منکہ لے اڑا

کونجیں

میں چاند کی

تیرھویں رات کو ہی

ساری کونجیں لے اڑا

روحیں

قبرستان کے بڑے درخت تلے

روحیں بال بکھرائے بیٹھی ہیں

ریت، خاک، راکھ مانگتی ہیں

ہلاکت

خونی سانس میں بسی ہلاکت
گھسیٹ کر لے گئی
جنگل کے خزانوں میں

اعتراف

گریز پا پہلوؤں کے
انسانی جذبوں کا بیاں
شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف تھا

اجنبی

میں نے برسوں کے بعد
ایک اجنبی کو دیکھا
مسافت کی دھول میں اٹا ہوا

مردہ صحیفے

میں نے اسم عیسیٰ لے کر
مردہ صحیفوں کے کئی باب
زندہ کر ڈالے

کالی آنکھیں

چلو ایک سوانگ رچائیں
کالی آنکھیں پہن کر نکلیں
سپنوں کی فرضی لاش جلائیں

شکلیں

عفریت دانت بڑھائے پھرتے تھے
چیخیں دہشت پھیلاتی تھیں
صبح تک شکلیں لٹکی رہیں

انسانی جذبے

دوزخی شہر کے
انسانی جذبے
کندن بن کر دکتے ہیں

اُمتیں

ان امتوں کا حال سناؤ
جو ترقی کی راہ پر چلتے ہوئے
راستوں میں مر گئیں

قبولیت

کیسی دعائیں تھیں جن کے لئے
قبولیت کے باب نہیں کھلے
کتنی فریادیں تھیں بے اثر گئیں

طلسم

بے در و دیوار مکانوں میں
کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا
یہ کیسا طلسم ہے جو کھلتا ہی نہیں

بے در مکان

بے در ہے مکان، کوئی راستہ تو ہوگا
اس چار دیواری کا مکین کوئی تو ہوگا
نہ سہی انسان، شیطان تو ہوگا

خوشبو

میرے جسم کی خوشبو
کسی کا رستہ تکتی ہے،
بچھڑنے کی عمر طویل ہوگئی

پیلے دانت

جس نے اپنے پیلے دانت
نعش کی گردن میں اتار دیئے تھے
کوئی اور نہیں، وہ میں ہی تھا،

شہزادی

خون میں لتھڑی شہزادی جس کو
میں جنگل سے لے کر آیا تھا
اُسے شہر کا اک دیوانہ کھا گیا

سکون

جنگل سے گذرتی ہوا کی آواز
اژدھوں کی پھنکار سے ملتی تھی
وقت نے اس کو سکون لکھا

آگ

سر پر جلتی آگ کو رکھ کر
میں بے جان سفر پر نکل پڑا
پہلے پڑاؤ سے پہلے میری آگ مر گئی

شعور

میرے شعور کی لہروں کے سامنے
رینگتے، لفظوں کے ڈھیر
ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے

سُن الفاظ

سردی سے سُن الفاظ
دانت کھول نہیں پاتے
مفہوم لئے کڑھتے ہیں،

بلا

کون دروازے پر دستک دیتا ہے
ہوا کے لئے تو یہ علاقہ ممنوعہ ہے
یہ کوئی آسمانی بلا تو نہیں،

حکم

خطر پسند، شاہ زادہ
سفر رنج پر کھنچا جاتا ہے
یہ حکم کہیں اور سے آیا ہے

ذکر

خلقت کو خوف کے عالم میں دیکھو
عذاب آئی بستی پر نگاہ ڈالو،
اسکا ذکر تو کتاب مبارک میں آیا ہے

تاریخ

کہانی پر تاریخ درج نہ کرنا،
یہ ایک نئی دیو مالا ہے
آج کے ارجن کی تحریر ہے

نامعلوم

نامعلوم کے لئے میری کشش
آدم حوا سے ملتی جلتی ہے
میں بھی ابھی جنت سے نکلا ہوں

پاتال

بھید کی وسعت
پاتال سے جڑی ہے،
یہ گذری ہوئی زندگی ہے

چراغ

سائے میرے دوست ہیں،
میں ان کی چھاؤں میں بیٹھ کر
دکھ کے چراغ جلاتا ہوں

حقیر

میں نے اس کو ڈھونڈنے کی خاطر
ایک فقیر کا سوانگ رچایا
عمر بھر کا سفر، رائیگاں ہوا،

جدائیاں

ساری جدائیاں،
محبت کے قدموں میں ڈھیر ہیں،
شکستہ ہوا بو کھلائی پھرتی ہے،

مخبوط الحواس

اقلیم شاعری میں
داخل ہونے والا
مخبوط الحواس ہوتا ہے

سیٹی

ریل کی جب سیٹی بجی تھی
اس کو بھی ساتھ لے گئی
میں آج تک سٹیشن پر کھڑا ہوں

وہم

وہ رات میں نے،
اس کے ساتھ گذاری تھی
یا پھر یہ وہم ہے میرا

قادر

میں اپنے ہم خیال کو
مجسم کرنے پر قادر ہوں
چلو میرا عجائب خانہ دیکھو

آنکھیں

میں تھوڑی ہی دیر میں
اپنی آنکھیں پہن کر
خود کو ڈھونڈنے نکلوں گا

شام

شام ہوتے ہی پرانے رنگ ابھر آئے ہیں،
اب وقت گذاری کے لئے کیا کریں
دوست تو دن کا اجالا بانٹتے ہیں

گندم

گندم کی خوشبو اُسے پاگل کر دیتی ہے
گندم سے بنی چیزوں پر حملہ آور ہوتا ہے
سانپ ہمیشہ آدمی کا دشمن رہا

وسیلہ

میری دعائیں بے اثر جاتی ہیں،
میرے پاس ایک اور بھی وسیلہ ہے
مگر کسی اور سے مانگنا اُسے پسند نہیں

مکین

چیچک زدہ گھر پر،
چمگادڑوں کا قبضہ تھا،
زمین پر مکینوں کے ڈھانچے تھے

گمنام مصورہ

میں نے ایک گمنام مصورہ کے
نیلے رنگ کو چرالیا ہے
میں اسے سمندر میں ملانا چاہتا ہوں

گنبد

نیلے بادلوں کے اترتے ہی
آسمان بدمست، بدحواس ہو کر
دھند اور بخارات کا گنبد بن گیا

دریا کے پار

میں دریا کے پار اترا تو سامنے
ایک لق و دق صحرا تھا،
کچھ آدمیوں کے، جانوروں کے ڈھانچے تھے

دفن

میں اس شہر کو جلا دوں گا
اس کی راکھ بنا کر اڑا دوں گا
یہی وہ شہر ہے جہاں میں دفن ہوں

سمندر کا جسم

میں نے سمندر کے نیلے جسم پر

کشادگی کا پیرہن لپیٹ کر

اس میں روحانیت بھر دی

بھینٹ

بیل کے سر والے انسان کو

مباشرت کا جنون ہے

ہم ہر سال ایک لڑکی بھینٹ چڑھاتے ہیں

ٹھوکر

اس نے میر قبر پر آن کر

ایک زوردار ٹھوکر ماری

اس کا خیال تھا، میں اندر ہل گیا ہوں

اونگھ

تمہیں تو کبھی اونگھ نہیں آتی

پھر بھی چاک پر گھومتی مٹی سے

کچھ ادھورے، ٹیڑھے لوگ بنائے ہیں،

کھول دو

تتلیاں اور لڑکیاں،

کبھی گھروں میں بیٹھ نہیں سکتیں

انہیں ہمارے لیے کھول دو

سرگوشی

میری سرگوشی کو، غور سے سنو

شاخوں سے برف کے ہٹتے ہی،

میں فرد بن کر ابھرنے والا ہوں

ڈور

پتنگ کی ڈور

میرے ہاتھ میں ہے،

میری ڈور، کسی اور کے

پہیہ

روٹی کا پہیہ

دانتوں کے رتھ تلے،

ہمیشہ کچل دیا جاتا ہے

کفن

عصمتوں کے مردہ خانوں کی لڑکیاں،
بے غیرتی کی خلوتوں سے نکل کر
کفن پہن لیں، میرے ساتھ چلیں

گھر

کوئی رستہ نہیں، دیوار نہیں
عجیب بات ہے
بستی میں میرا ہی گھر نہیں

ایندھن

بے توقیری کا سفر تھا کہ صحرا کی پیاس تھی
دیمک زدہ زبانیں بھی مجھ پر دراز تھیں
اک غلطی کی پاداش میں، بدن جلانا پڑا

سورج

جس گھر میں کوئی چوکھٹ نہیں تھی
میرا پرانا گھر بتایا گیا، پھر میرے
وجود کا سورج ڈبایا گیا

زندگی

مرادیں، درختوں پر بیٹھی مرجائیں گی
بچوں کے ہاتھوں میں خالی گولک ہیں،
خدا نے میری زندگی دراز کر دی ہے

شودر

کچھ کتابیں بھی طوائفیں ہیں
سبز باغ دکھانے والے تہی دست ہیں
شودر بھی ہماری طرح، نسل بڑھاتے ہیں

رہنے دے

مجھے ہجوم کا حصہ نہیں ہونا
علم نجوم کا تماشا نہیں بننا
مالک مجھے یہیں رہنے دے

بٹوارا

میرا بٹوارا کرنے کے لیے
لوگ تیر، تلوار، بھالا لے کر آئے
یہ سب میری آنکھ تھے، دل تھے، جگر تھے

آخری عزت

نیزے میں پرو کر اس نے

میرا سر اچھال دیا،

یہ آخری عزت بھی میرے حصے میں آئی

کلام

کلام پڑھ کر سونے سے،

ناگنیں بھی حور دکھائی دیتی ہیں،

ریگ زاروں میں بارشیں برستی ہیں

سر

میں نکل تو آیا ہوں،

حق داروں کی ٹولیاں لے کر

کاندھوں پر میرے، میرا سر نہیں

زنجیر عدل

میرے ہی گھر پر قبضہ کر کے

میرے ہی بچوں نے قفل لگا دیئے

میں زنجیر عدل تلاش کرتا ہوں

مکین

میں نے خود پر ایک قید لگا رکھی ہے

ہر شام اپنی بتی بجھا دیتا ہوں

ریت کی عمارتوں کے مکین اداس ہیں

سوچنا

ابھی میں محو سفر ہوں

دریا کنارے پہنچ کر،

سوچوں گا کہ کیا سوچنا ہے

اداسی

سوچوں کو صفحے پر کیسے لکھوں

خاموش کو کیسے زبان دوں

اداسی بیان کرنے کا طریقہ نہیں آتا

نظم

شعر لکھنا، قتل کرنا ہے

اس لہر کا، اس خیال کا جس کو

لفظوں کے ہتھیار سے ذبح کیا گیا

شور

تقسیم ہو رہا ہے اندھیرا

مگر کوئی لفظ نظر نہیں آتا

موت کا سہ ہے میرے اندر کا شور

یاد

وہ ہر روز مجھے کہتی ہے اس شہر کو

برباد کردو، اس کی راکھ اڑا دو

ایسا ہو جائے تو تمہیں، یاد کون کرے گا

پرندے

الفاظ کے پرندے

میرے کندھوں پر بیٹھے ہیں،

میرے بیان کی ہیئت تعمیر کرتے ہیں

کوفہ

سارے مکانوں کے کواڑ بند ہیں

ایک فقیر کی صدا ہے، جو گونجتی ہے،

کوئی باہر نہیں نکلتا، کوئی مدد نہیں آتی

کہانیاں

میرے بچے میری کتابیں نہیں پڑھتے

انہیں ماں کی سچی جھوٹی کہانیاں

آج بھی زیادہ اچھی لگتی ہیں

دوسرا حکم

مجھ میں حیرتوں کی چابی بھر کر

اس نے زمین پر چھوڑ دیا،

کہیں دھیان بٹے تو دوسرا حکم بجالاؤں

پیاس

لال لال آنکھوں والی لڑکیاں

میرا پیچھا کرتی رہتی ہیں، ایک دن

میرے گرم لہو سے پیاس بجھانے والی ہیں

آہنی ہاتھ

دلوں پر جبر رکھو، ہاتھوں سے تالیاں بجاؤ

خوشیاں مناتے رہو، کسی کا دل نہ توڑو

ان کے ہاتھ آہنی ہیں، یہ گھر بھی جلادیں گے

نشہ

کچھ ناگنوں نے میرے بدن میں

اپنے گھر بنا لئے ہیں،

وہ ڈستی ہیں مجھ کو، مجھ پر نشہ رہتا ہے

تکمیل

ایک خوش خصال، خوبرو لڑکی

اپنی ساری فکرو بصیرت، شادی کی تمنا،

شوہر کی جنسی جبلت کی تکمیل میں بسر کرتی ہے

واہمے

ہمارے بدن پر خوف کا پیرہن لٹکا ہے

دلوں میں خدشے تو موجود ہیں،

ہر طرف سے واہموں نے گھیر رکھا ہے

رگیں

پتھرائی آنکھ، بانجھ منظروں پر ٹکی ہے،

شکستہ بدنوں کی کھڑکیاں کھلی ہیں،

صحرا کی پیاسی رگیں، سر پٹختی پھرتی ہیں

مدفن

میرے بوڑھے بدن کے مدفن سے

میرے پرانے الفاظ کھود نکالو

میرے جذبوں کو پھر سے زندہ کردو

بیسوائیں

''خدا کی خادمائیں''

درحقیقت بیسوائیں ہیں ناچ کے بعد،

برہمنوں کو خوش کرتی ہیں

توصیف

دل ربائی سے رقص کناں لڑکیاں

حرکات وسکنات میں شہوت انگیز ہیں،

اپنے گانوں میں دیوتاؤں کی شہوانی توصیف گاتی

منزل

ساری مخلوق جس خاطر متحرک ہے

اس کی کوئی منزل نہیں، کوئی پیشرفت نہیں

کبھی نہ ختم ہونے والے چکر کی تکرار ہے

قربانی

پہاڑ پر پھینکا گیا گوشت
کسی کا پیٹ بھر سکتا تھا،
نہ وہ خوش ہوا نہ تم

امن

بڑھاپا، فطرت، بیماری، دکھ کیا ہے
تم پیدائش کی فطرت پر عمل کرنا سیکھو
بدنصیب ہیں جو امن کے خواہاں ہیں

اٹھارویں صدی

آؤ اٹھارویں صدی کے اواخر میں چلتے ہیں
یہاں مرد اور عورتوں میں چھاتی ننگی رکھنے کا رواج ہے
کچھ مزے کر کے شام تک لوٹ آئیں گے

سنیاسی

سنت، صوفی، جوگی ولی سب
اس خطے کی قدرتی پیداوار ہیں
سب بیویاں چھوڑ کر سنیاسی بن جاتے ہیں

مکاری

موت نے ترکے میں
مہنگے رسم و رواج چھوڑے ہیں
یہ ان کی چالاکی و مکاری ہے

لکنت

لکنت نے معنی چھپا لیے ہیں
ادھوری باتوں نے روک رکھا ہے
دلدل کے بیچ رکا ہے، خواہش کا جال

عورت

عورت کی طرف آنکھ بھر مت دیکھو
نظر آ جائیں تو بات مت کرنا
بات کریں تو ہشیار و چوکنے رہنا

جانتے ہو؟

کیا تم جانتے ہو،
تم کب پیدا ہوئے ہو، کہاں رہتے ہو
اور کہاں چلے جاتے ہو

ارواح کی روح

باطنی مشاہدہ، طبعی نہیں ہوتا

یہ تو ذہن کی روحانی کیفیت کا نام ہے

یہی تمہیں ارواح کی روح تک لے جائے گا

نادم

دوری، اور نزدیکی، میرے نزدیک

بے معنی ہیں، حقیر ہیں،

گم گشتہ راستے میرے حضور نادم ہیں

محبت

تم سے بچھڑ کر میں، بہت اداس ہوں

تمہاری محبت میرے گوشت، نسوں اور گودے میں

محسوس ہوتی ہے، بے قرار رکھتی ہے

نرم ولطیف راستے

قاتل، قتل کا سوچے تو کر گزرے،

مقتول، قتل ہو جانے کا سوچے تو قتل ہو جائے

دونوں مگر ان نرم ولطیف راستوں کے ناآشنا ہیں

تلاش

میں نے شک پیدا کیا

میں شک پرست ہوں

جاننا چاہو تو مجھے شک میں تلاش کرو

تہی دست

یہاں کچھ لوگ جو کلی طور پر تہی دست ہیں

جسم پر راکھ مل کر بہتر کہلاتے ہیں

ایک کتے کی گوشہ نشینی، کونج کا مراقبہ ہے

اعتراف

میں نے نثری نظم کے میدان میں

اپنے وقت کے اماموں سے قدم ملائے ہیں

مجھے یقین ہے وہ اس کا اعتراف کریں گے

آدت

آدت میری زمین کی لکڑی کا مجسم ہے

اس کو بکری کی سرخ کھال میں منڈھا گیا

آنکھوں میں یاقوت جڑ کر، ملتان کو قدیم بنایا گیا

انحصار

لوگ شیریں بیان واعظ اور تقاریر کے
دیوتاؤں، مندروں پر انحصار کرتے ہیں
ان کے نزدیک آدمی اور کتے میں کوئی فرق نہیں

مکار

گلے میں لٹکتی رسی،
دوبارہ زندہ کردے گی
جو کہتا ہے معلوم نہیں، مکار ہے

اتحاد

عبادتیں تین ہی ہیں،
بدن کی عبادت، آواز کی عبادت، دل کی عبادت
اس سے بڑھ کر تو اتحاد ہوتا ہے

فرنس

میرے اندر جمے موسموں کو
پگھلانے کی خاطر،
سٹیل فرنس میں ڈالنا ہوگا

پاک

جسم پر راکھ ملنے سے کوئی بہتر نہیں ہوتا
دلدل میں لیٹا مینڈک
سانس لیتا ہے، پاک نہیں ہوسکتا

گندھک

تمہاری آنکھوں سے گندھک اتار کر
میں خودکش جیکٹ بناؤں گا
تمہارے گیٹ پر آن کر اُڑ جاؤں گا

استقبال

میرے ہاتھ میری پشت پر بندھے تھے
میرے گلے میں گیلی رسی لپٹی تھی
کوئی میرے استقبال کا اعلان کرتا تھا

زہر

بادل میرے آس پاس اڑتے رہے
میں پیاسا ہی گھر کو لوٹ آیا،
بارش کے پانی میں زہر گھلا تھا

تجربے

تجربہ گاہ میں تجربوں کے لیے رکھے چوہے

یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ ان کے بعد

دوائیوں کے تجربات کن پر کیے جائیں گے

تصوف

تھکا ماندہ، شکست خوردہ، خستہ حال

ایسے تصوف کی آغوش میں پناہ لیتا ہے، جو بھوک

افلاس، ظلم کے سامنے حوصلہ مندی کا درس دیتا ہے

فراوانی

وجود خالق کا اثبات، انسانی

استدلال کے ذریعے امکان پذیر نہیں،

ہر طرف رنج والم کی فراوانی ہے

انفرادیت

روح اپنی اصل میں جمع ہے

اس کی کوئی اکائی نہیں

یہ کسی انفرادیت کی حامل نہیں

عقیدہ

خلیوں، پروٹونوں کی من موجیاں

آدمی کو جنم دینے والا مواد،

سب سے انوکھا، طاقتور عقیدہ ہے

متحرک

روح تو ایک کائناتی کلیہ ہے

جو خود سے تو کچھ نہیں کر سکتی مگر

اپنی ارتقائی قوتوں کو متحرک رکھتی ہے

حواس

حواس ہی ساری دنیا کی شکل

بنائے رکھتے ہیں ان کا مفہوم سمجھاتے ہیں

ان کے بغیر عالم کا تصور بے معنی ہے

قیمت

ہم خوبصورتی کے بہت دلدادہ ہیں

ایک دن کا بدصورت بچہ پھینک دیا جاتا ہے

قیمت دے کر، عورت بدلی جا سکتی ہے

بارہ سال

کچھ لوگ مرنے والوں کی یادگار نہیں بناتے

ان کے اعمال ہی ان کی یادگار تھے

لڑکی کا سن بلوغت بارہ سال تھا

کہانی

کچھ لوگوں کے منہ نہیں ہوتے

وہ محض خوشبو پر گزار کرتے ہیں

وہ ایک سنی سنائی کہانی ہے

ریت

کل تک ہمارے گھروں میں،

مہمانوں کا استقبال کرنے کو

دروازوں میں تیل چوایا جاتا تھا

پرانے گھر

چلو شہروں سے باہر جا کر رہتے ہیں،

درختوں تلے، زمین پر سوتے ہیں

اپنے پرانے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں،

درخت

دولت، طغیانی کا دریا تھا

جوانی اس کے کنارے لگا

زندگی کا ایک لڑکھڑاتا درخت

پرواز

ان گنت جنگجوؤں کے کٹے ہاتھ

اردگرد کٹے سروں کے ڈھیر تھے،

سیاہ کارگدھوں کی پرواز جاری تھی

بھیک

ایک جماعت جادوٹونے کا استعمال کرتی تھی

بھوت پریت کی تعلیم میں ماہر پھر بھی

دیہات میں چل پھر کر، بھیک مانگتی تھی

خواب

دوشیزائیں خواب سجائے بیٹھی تھیں

خونی چونچ والے پرندے وگدھ

مردوں کی تلاش میں نکلے تھے

ہوش

سوگواروں کے ہوش

بے ہوشی میں گم ہیں

ماتم، گریہ زاری جاری ہے

سوگوار

خون میں نہلائے، جگر گوشے

بے جان گرے پڑے تھے

سوگوار، بے ہوشی میں گم تھے

بھیڑیئے

بھیڑیئے رتجگا کرتے تھے

دوشیزائیں خواب سجاتی تھیں

خونی گدھ مردوں کے گرد اڑتے تھے

آوارہ عورتیں

نیم شب کی آوارہ عورتیں

ناتواں اور لڑکھڑاتے قدموں سے

بیٹوں، بھائیوں، شوہروں کو تلاش کرتی تھیں

لاشوں کے درمیان

لرزاں قدموں سے، لاشوں کے درمیان چلتے ہو

مائیں اپنے ذبح بچے، گلے سے لگائے تھیں ...

بیوائیں، اپنے شوہروں کو گھسیٹ رہی تھیں

جنگجو

ہر جنگجو کا اپنا نصیب ہوتا ہے

بہادری نے اس کے گناہ دھو دیئے

اب وہ آسمان پر لیٹا سو رہا ہے

محبت

وہ دیر تک محبت میں اس کو تکتے تھے

بہادر بیٹا، اڑ کر آسمانوں میں بیٹھ گیا

اس کا کام تو ختم ہوا، دکھی منتظر ہیں

خشک زبان

سرشاریاں، امیر لوٹ کر لے جاتے ہیں

خون بہا کر فتح کا جشن مناتے ہیں

میری زبان میرے منہ میں خشک رہتی ہے

ماند

میں تازہ پانی ہوں
موتیوں کی صورت ٹپکتا ہوں،
چاند کی چاندنی، ماند ہے

آوارہ

عورتوں کی چاہت آوارہ ہوتی ہے
دولت والے آدمی سے چمٹ جاتی ہیں
پھر اسے نچوڑ کر چھوڑ دیتی ہیں

فن پارے

بہت سے ابتدائی فن پارے
سخت آب وہوا کی نذر ہو گئے
باقی جو تھے بت شکنوں نے مٹا ڈالے

نہیں معلوم

مرگ روگ لامحدود ہے، لافانی ہے
ایک مرتا ہے، ایک مارا جاتا ہے،
نہیں معلوم یہ زندگی مرتی ہے، نہ ماری جاتی ہے

تخم

تخم انسان، ہر روز،
سوکھی مٹی میں اگایا جاتا ہے
سرخ آتشی روشنی جلا دیتی ہے

گود

تم اس کی گود میں جائے بغیر
اس کی محبت کو کیسے جان سکتے ہو
سماعت سے محروم کو سنائی نہیں دیتا

وقف

میں نے مطالعہ اور ریاضت کو
اگلے جہان کے لیے چھوڑ دیا ہے
اس جسم کو دوسروں کے لیے وقف کر دیا

ڈھیر

میری پیشانی پر کندہ رمز ابدیت
تیرے پاؤں نے چھو کر، المیہ کر دی
میں شکستہ نغمے کی صورت ڈھیر ہوں

رشتہ

ہر لمحے بدلتی کائنات، اپنی وسعت میں
اپنے ہی وجود کی شناخت ہے
خالق کائنات سے رشتہ کی دریافت

سمبل

چلو، ساحلوں کا سفر اختیار کریں،
کشتیاں بادبان کھولے ہماری منتظر ہیں،
سمندر محبتوں کے پھیلاؤ، کا سمبل ہے

ٹھنڈک

کھلے دروازے کے اندر
داخل ہوتی قدموں کی چاپ
میرے اندر ٹھنڈک اتار رہی تھی

بے خبر مکین

دن کے اجالوں نے مجھے ہمیشہ شرمسار کیا
رات کی روشنیاں، اس کو شرماتی تھیں
بے خبر مکینوں کی ہر دم تلاش رہی

تلاش

'زندگی' کا معروضی شعور کافی نہیں
مظاہر، اشیاء و واقعات کے
پس پردہ، 'باطنی' تلاش ہے

معدوم

مجھے کسی ویران ٹیلے کی اوٹ میں
کسی کو کچھ بھی کہے سنے بغیر
مسکراتے ہوئے معدوم ہونا ہے

سٹیشن

بھلے لوگ سٹیشن چھوڑ گئے
وہاں اب ویرانی کا راج ہے
لائنوں پر کتے پھرتے ہیں

مخبری

مخبری کتوں کی طرح سونگھتی تھی
پہلی گولی کی آواز پر ہی
کوئی اچھل کر گرا تھا

جنت نشاں

دشت بے امان تھا، اور آبلہ پائی تھی
دشت پیمائی سے کوئی راستہ نہیں کھلا
نشان مکان کی تلاش، رائیگاں گئی

خوف

تیر کمان لانے والا آدمی
روشنی کا سامنا کرتے ہی
خوف سے مر گیا

عقیدے

عقیدوں کے گھٹنے
تہہ کر کے
جیب میں رکھ لو

ملاقات

اس کی جھریوں میں کمی کا تاثر پھیل گیا
ہونٹوں پر لگی لپ اسٹک کا رنگ چوکھا ہوا
برسوں بعد کی ملاقات کچھ ایسی تھی

دوست

میرے بدن پر جھریوں کے قافلے ہیں
میری آنکھیں چنگاریوں پر لٹکی ہیں
سارے دوست چھوڑ کر آگے نکل گئے

بیٹا

بوڑھے آدمی کی کوئی
زندگی نہیں ہے، میں جلد
اپنا بیٹا بننے والا ہوں

قبریں

شہر کے مضافات میں بچھی قبریں
نئے آنے والوں کا
دل دہلاتی ہیں،

راز

مزار کے درخت پر
سیاہ کالی پٹیاں لٹکتی ہیں،
لڑکیاں اپنے راز کھول گئی ہیں

استقبال

میرے ساتھ گزرتی عورت کا

ریت اڑا کر، دیوانہ دار

استقبال کرتی تھی

بچھو

بچھو اپنی زندگی

ادھار پر بسر کر رہے تھے

سب یہودیوں سے نفرت کرتے تھے

مردہ بوسے

جیتی جاگتی آنکھیں

مردہ بوسوں کو

زندہ نہیں کر سکتیں

کام

دربار پر عورتوں کا ہجوم تھا

وہ سب وہاں بیٹا لینے آئی تھیں

یہ کام میں کیوں نہیں کر سکتا

نام

میرے گھٹنوں پر لکھے دانت

مردہ پڑ چکے ہیں

جانوروں کو نام کون بتائے گا

کچھ

فلمی پردے

اور گھاگرے کے نیچے سے

کچھ دکھائی نہیں دیتا

بیل

بکریوں کے باڑے کو

سجانے کے لیے

بیل کی ضرورت نہیں

اداسیاں

اداسیاں اندھا دھند ہوتی ہیں

بن سمجھے بوجھے

ریتلے علاقوں کو نکل جاتی ہیں

ایکسپائری

ہماری فلموں کی ایکسپائری
چالیس تھی، نئی نسل نے
اٹھارہ کردی ہے

قبر

میں نے وقت سے پہلے اپنی قبر
تیار کرلی تھی، اپنے قدموں سے
چل کر اس میں لیٹ گیا

تشریح

عشق و محبت کے کومل جذبے،
میں جیب میں ڈالے پھرتا ہوں
لوگ ہر بات کی تشریح مانگتے ہیں

ہارے ہوئے

ہارے ہوئے آدمی،
اپنی ضمانت کے کاغذات پکڑے
راستوں میں بیٹھے ہیں

ہجرت

تمام عمر کی ریاضت سے میں نے
چڑیلوں کا اک جنگل اگایا تھا،
اب میں ادھر کو ہجرت کرتا ہوں

سفر

میرے پاؤں لہولہان ہیں
میری روح پر گہرے گھاؤ ہیں
میرا سفر اب بھی باقی ہے

رخصت

جبر کی فضا ہے، زبوں حالی ہے
حساس، دردمند لوگ کہاں جئیں
شہر ابلیس سے رخصت اچھی

مردہ پتے

کئی دنوں سے کچھ مردہ پتے
میرے دالان میں پڑے ہیں،
میں انہیں درخت سے دور نہیں کرتا

سمندر

سمندر کی اپنی سوچ ہے
اسے کشتیوں سے دلچسپی نہیں
وہ رنگ کا شیدائی ہے

نظمیں

بچھوؤں کے خواب میں
نظمیں نہیں آتیں
تخلیق کے دروازے نہیں کھلتے

پرسنل فائل

اس کی پرسنل فائل میں،
کچھ لڑکیوں کے خطوط تھے
اور ننگی تصویریں،

رنگ

رنگوں کے ڈبوں میں
یادوں کی تخلیق بند ہے
تحقیق کی آستین پھٹی ہے

راتیں

مردانہ ہوسٹل کے کمرے میں،
آٹھ لڑکیوں نے
کچھ راتیں گذاری تھیں

دانشور

لوگ اسے کتابلا کہتے تھے
کچھ کتیاؤں کے سبب
اسے دانشور سمجھا گیا،

کمرہ

جس کا دروازہ بند نہیں ہوتا
وہ کمرہ، آدھی رات کو
اٹھ کر، سڑکوں پر نکل لیتا ہے

فقدان

ڈوب کر مرنے والے میں
حدّت کا فقدان تھا
دھوپ نے بہت جتن کیے

تجربہ

اپنا باپ پیدا کرنے کے لیے
عمر بھر کے تجربے کی ضرورت تھی
تجربہ کسی کام نہیں آتا

آنکھیں

اس کی آنکھیں گر گئی تھیں،
جیب میں کئی سوراخ تھے،
اٹھا لیتا تو کہاں رکھتا

سن ہونٹ

مرتے ہوئے آدمی نے
اپنے سن ہونٹوں سے
ایک گرم بوسے کی آرزو کی تھی

محبوبہ

وہ کبھی میری محبوبہ نہیں رہی،
اس نے کبھی میرے بچے نہیں جنے
پھر بھی ہم نے زندگی ساتھ گزاری

جوتی

وہ اپنا مقبرہ، سر پر اٹھائے
پجاری تلاش کرتا ہے
کوئی اسے پرانی جوتی بھی نہیں دیتا

رعائت

اس کا چہرہ، شوگر زدہ ہے
پھیری والے اسے غریب سمجھ کر
رعائت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں

سیدھے پاؤں

چڑیل، اپنی اداسی سمیٹ کر
سیدھے پاؤں، پر چل دی
ہر شئے بدل گئی تھی

آنسو

میرے آنسو
دودھ دینے والی بھینس کو
متاثر کر سکتے ہیں

اداسی

اداسی کے پاؤں
کسی بھی طرف جانے والے راستے کو
مڑ جاتے ہیں

میزان

پورا بحرِ اوقیانوس تولنے کے لیے
وزن کی میزان موجود ہے
اسے عدالت کے باہر لٹکا دو

پاؤں

ہوا نے لپک کر
بستر پر
پاؤں جھاڑ ڈالے

ہل

بنجر زمین میں چلایا گیا ہل
فصل پیدا نہیں کر سکتا،
خواہش کی عمر پوری ہوئی

مینڈک

میں نے بہت سے مینڈک
پال رکھے ہیں نصف شب میں
وہ مجھے خارش کرتے ہیں

ذہین

پھٹے جوتے لے کر
بستر پر چڑھ آنے والا
سب سے ذہین قرار پایا

برینڈڈ

پرانا روگ، پھٹی قسمت ہے،
پھٹا جوتا پھینکنا نہیں چاہیے
برینڈڈ مال روز نہیں ملتا

عوام

جب تک ان کی اجارہ داریاں ہیں
یہ دنگے کرتے، پنگے کرتے رہیں گے
جمہوریت میں عوام ننگے رہیں گے

سچ

اب ہمارے اپنوں کے لیے بھی
نفرت کے سوا کوئی اندوختہ نہیں
اس ملک میں کوئی سچ بولتا ہی نہیں

مکھی

مکھی کو چھپانے کے لیے
مٹھی کو بند رکھو
پھٹی جیب، ریزگاری کیسے رکھے گی

نظمیں

خودکشی کرنے والے
مکروہ آدمی کی
نظموں نے بہت شہرت پائی

باڑے

انیس کروڑ لوگ باڑوں میں بند ہیں
ان کی کھالیں ادھیڑ لی جاتی ہیں
ان کی ہڈیاں فروخت کردی جاتی ہیں

ایش ٹرے

میرا دل ایک ایش ٹرے تھا جس میں
دوست سگرٹوں کی راکھ جھاڑتے رہے
نفرتوں کا اٹیک میرا مقدر تھا

جانور

میں نے کپڑے اتار کر دیکھا
میری شباہت کئی جانوروں سے تھی
میں نے کئی طریقے سیکھ رکھے تھے

تصویریں

اس نے اپنے البم میں،
بچھوؤں کی تصویریں لگا رکھی ہیں،
یہ بچھو کبھی اس کے دوست رہے ہیں

مردہ

ڈوبنے کے بعد وہ مردہ نکل آیا
اس کی موت کی آرزو کرنے والا
ہر شخص، چیخیں بلند کرتا ہے

ستر سال

ستر سال کی عمر میں اس کی
زبان، سارے اعضا چست ہیں
نگاہ کمزور ہے، بچے پیدا نہیں کر سکتا

زخم

مضافات میں پھیلے زخموں کو
جمع کر کے ان کا ایک زخم بنائیں
پھر کسی کتے کے چاٹنے کو چھوڑ دیں

تلف

ان کے دلوں میں بال اگ آئے ہیں
چہروں سے شوگر پھوٹی پڑتی ہے
یہ پھل دار درخت نہیں، انہیں تلف کر دو

اقرار

جس لڑکی نے کبھی مجھے قابل اعتناء نہیں سمجھا
اب پانچ بچے پیدا کرنے کے بعد،
مجھ سے اقرار محبت کرنے آئی ہے

پھسلن

آؤ تمہیں سنبل کے ڈھیر میں رکھتے ہیں
تمہارے بدن کی پھسلن کو بڑھاتے ہیں،
دوریاں بیٹھ چکیں، خوابوں میں،

مقبرے

مقبرے میں سوئے آدمی کی
تین نسلوں سے حکومت جاری ہے
جمہوریت پر قبروں کا قبضہ ہے

وفادار

اس کی ریڑھی پر لنڈے کا مال ہے
عزیز دوست کپڑے اتار کر بھاگ گئے
وفاداروں کے نام، چہرے پر لکھے ہیں

سارے لفظ

وہ سارے لفظ جو میں نے
اس کتاب میں رکھے تھے
انہیں کہاں گرا کر آئے ہو

وہم کا سفر

وہم کے سفر میں، زندگی کے
کپڑے بدل جاتے ہیں،
آنکھیں گرتی پڑتی ہیں

دوست

بارہ سال کی باتیں کہنے کے لئے
ایک دوست کی ضرورت تھی،
خود بخود راستے نہیں کھلتے

ریت کے ڈھیر

بہت سے دروازے چھوڑنے والا
ریت کے ڈھیر پر ڈھیر ہوا،
ہوا نے نقش مٹا ڈالے

نئے دن

جب سارے دن کٹ چکے تھے
وہ نئے دن لے کر آ گیا
رومال میں لپیٹ کر

ارزانی

خوابوں کی ارزانی میں،
شکلوں کے راستے
تھکے نظر آئے

رعد

وہ جو حشر اٹھائے پھرتا ہے
اسے زمین سے اٹھا دو
رعد ضروری ہے ہر مکین کے لیے

دعائیں

اس کے کتنے ہی کام باقی تھے
دعائیں ادھر ادھر گرتی تھیں
منسوخ خواب دیکھنا منع تھا

کالا پھول

سکھ کے دروازے پر
چھ رنگوں کے پھول کھلے تھے
کالا پھول سب پر بھاری تھا

معتبر

کوئی معتبر ہوتا تو
میری گواہی دیتا،
معتبر تو میں نے راستوں میں گرا دیئے

غائب

ڈر جیب میں ڈال کر
منڈیر پر بیٹھا آدمی
اچانک غائب ہوا

کیڑے

رینگنے والے کیڑے اٹھا کر
بدن پر رکھتے رہو،
لاریاں انہیں روند نہ دیں

نئی دعائیں

دست دعا پرانا ہو چکا
اسے منظر سے ہٹاؤ
نئی دعائیں پیش کرو

سوچا

تم بھی مر جاؤ گے اک دن
ایسا تو میں نے
کبھی سوچا بھی نہ تھا

تقریر

فرعون کے جوتے گھٹنوں تک تھے
زبان میں سادگی و پرکاری تھی
اس کی مفکرانہ تقریر میں نے لکھی تھی

الہامی ترانے

جوتوں سے باتیں کرنے والے لوگ
گنگنانے کا راستہ نکال لیتے ہیں
الہامی ترانے انہیں یاد ہوتے ہیں

ملک

سماجی عدم تحفظ
معاشرتی شکست وریخت
تمہارا ملک نگلنے کو ہے

بچھو

میرے بیگ میں
دو بچھو رکھ دو،
آج ہماری ملاقات ہے

کالا علم

ہسپتال کے زچہ وارڈ سے
ایک ضائع شدہ بچہ لے کر آؤ
کالے علم میں اس کی ضرورت پڑتی ہے

فرشتہ

ڈوب کر مرنے والے کو
زندہ کرنے کے لیے،
ایک فرشتہ، ساتھ ہی کودا تھا

یاد

مرنے سے پہلے اسے
گائے کے تھن،
اپنی ماں یاد آئی تھی

ملازمہ

اپنے کپڑے اتارنے کے لیے
اسے ایک ملازمہ کی ضرورت پڑتی ہے
جس کا بدن ننگا ہو

فائل

تم اپنے خوابوں کی فائل
اس میز پر رکھ دو، میں
فارغ وقت میں دیکھ لوں گا

جانور

اس نے آدمیوں کے نام
جانوروں پر رکھے ہیں،
وہ کسی کو بھی طلب کر لیتی ہے

بنیادی تعلیم

شادی شدہ ہونا
خود ایک تجربہ ہے
اس کی بنیادی تعلیم کچھ نہیں،

بکریاں

بکریاں ہانکنے کے لئے

کھلے میدان ضروری نہیں،

یونیورسٹیاں کافی ہیں،

سحر

اپنے سحر میں گرفتار کرنے کو

میں نے اس کے سامنے کچھ سگریٹ

ایک پیالی چائے اور ایک نظم رکھی تھی

تاریخ

خودکشی کی تاریخ کے بعد،

اس نے دریا میں چھلانگ لگائی

ایف آئی آر میں کیا لکھیں

حاملہ

بڑھا ہوا پیٹ

عورت کا ہو یا آدمی کا

دونوں حاملہ ہوتے ہیں

موٹی لڑکیاں

موٹی لڑکیاں،

وزن دار نظمیں ہیں

انہیں سڑکوں پر بھگاؤ

شعر

پھٹی ہوئی، کالی شلوار والا آدمی

دیوار پر شعر لکھتا تھا،

یہی شعر اس کی کمر سے بندھا تھا

تھیٹر

تھیٹر میں رقص کرتے ہیجڑے،

تماشیوں پر اور تماشبین،

ہیجڑوں پر ہنستے ہیں، خوش ہیں

بت تراش

میں ایک بت تراش ہوں

ہر صبح ایک لڑکی تراشتا ہوں

رات گذار کر اسے توڑ دیتا ہوں

آدھی

رات کو آنے والی لڑکی
میں نے آدھی چوم کر
دوستوں کے لئے چھوڑ دی

ظلم

کوئی تو ہے، جو میری
دھوتی میں بیٹھ کر، سارے
شہر پر ظلم کرتا ہے

انتظام

میز پر جادو بھری کتابیں رکھی ہیں،
ان کا مزا لینے کے لئے،
کچھ انتظام تو ہونا چاہئے

آوازیں

مجھے اس کے کانوں میں
تیل ڈالنے، آنکھوں میں
سرمہ ڈالنے کی، آوازیں آتی ہیں

حسرتیں

آج ہم پلازہ کی، بائیسویں
منزل پر ملنے والے ہیں، اپنی
حسرتیں پوری کر کے، کود جائیں گے

مہربانی

وہ کتنی خوبصورت ہے، کتنی بدصورت
اس کا فیصلہ، وقت پر چھوڑ دو
مجھے اس کی مہربانی ہمیشہ یاد رہے گی

بیل

میری ماں سے کہو
اگلے جنم میں، میں،
بیل بن کر پیدا ہونا چاہتا ہوں

پالتو

اس بار تمہاری آنکھیں
گدھوں کے ہاتھ نہیں لگیں
تمہارے پالتو، انہیں لے اڑے تھے،

بھائی

فالج نے میرے ہاتھ جامد کردیئے ہیں

اب جان پر کھیلنے کے لئے۔

اس کے ہاتھوں کو بھائی بنالیا ہے

ٹھنڈک

بادل، گرمی سے نکلے آتے ہیں

کھڑکی سے آنے والی ٹھنڈک

میرے بستر پر لیٹ گئی ہے

فرش

دل کی مسجد کے صحن میں

بہت دھول جمع ہوگئی ہے

جھاڑو دے کر فرش برآمد کرتے ہیں

چڑیل

نو گزے کی قبر میں،

ہماری ملاقات طے تھی،

چڑیل، لیکن آئی ہی نہیں

ٹائم پاس

دوّری اور مجبوری کا

کھیل کھیلنے والی لڑکیاں

ٹائم پاس کے لئے اچھی ہیں

چہرے

دل میں نفرت سے بھرے

ان خالی چہروں کو

دھکے دے کر باہر نکالو

کشش

چڑھتا چاند دیکھ کر

میں کشش کا لباس پہنے

سمندر پر نکل گیا

آسمان

سنہری دھوپ چلتی تھی، ساربان کے آگے

صدائے جرس پھیلی تھی، ساربان کے پیچھے

آسمان ایسا تھا کہ وہیں پر رکا تھا،

خمار

محبتوں کا خمار پانے کے لیے
ساری محبوباؤں کو
لات ماردینی چاہیئے

معلق

اوپر سے اترتی خوشبوئیں
پاؤں تلے ہے جلتی آگ
معلق رہنا کسی نے سکھایا ہی نہیں

خون

سر پر پہنی کالی ٹوپی
پیلے دانت نکل پڑے ہیں
آنکھوں میں ہے خون

زہر

اپنے جیسے لوگ، ڈھونڈ کر لاؤ
ان میں تو سانپوں جیسی لہر نہیں
تھوڑا زہر پی کر، باہر کیا نکلیں

مال غنیمت

سانسوں جیسی گرم جوانی
جسم میں رقصاں آگ سمندر
سب لٹایا، مال غنیمت سمجھ کر

ویگن

پہلے کسی نے زردی ملی
پھر کوئی عرق چھڑک گیا،
شور مچا ہے ویگن آگئی

علاج

مجھے حسن سے ڈر لگتا ہے
یہ دہشت ناک منظر میں بدل جاتا ہے
میرا علاج چل رہا ہے

صفیں

تم مجھے سونے دو گے
میں زندگی کے سفر سے لوٹا ہوں
وہاں بے ترتیب صفیں تھیں

زبان

پانی کو زبان لگ گئی ہے
لہریں باتیں کرتی ہیں
وہ سب جو ہو رہا ہے، ہو چکا ہے

انتظار

میرے شہر کی سڑکیں
مکین اور موسم
میرا انتظار کرتے ہیں

نمونے

حسِ لطیف ارتقا کے سینے پر
شاعری، مصوری اور نثر کے
نئے نمونے تشکیل کرتی ہے

اتالیق

وہ متنفق آبادیوں میں نہیں رہے گا
اس کا کوئی اتالیق نہیں،
وہ دیواروں کے ساتھ پیشاب کرتا ہے

سُرخ ہونٹ

سرخ ہونٹ
میرے انتظار میں ٹھہرے تھے
میں دیکھ ہی نہیں پایا

خواب

ہر روز، وہ اپنا خوب
ایک تار میں پرو کر
دیوار کی کیل سے لٹکا دیتا ہے

دھندلی

اس کی زندگی میں،
آرام کا کوئی دن نہیں
ایک دھندلی صبح ہے دوسری دھندلی شام ہے

روٹیاں

جانوروں کی بھیڑ لگی ہے
روٹیاں منگوائے جاتے ہیں
روٹیاں کھائے جاتے ہیں

وداع

بادلوں کی تاریکی میں
وقتِ وداع سے پہلے
سورج ہمارا ساتھ چھوڑ گیا

بے رخی

بے رخی کے حضور
میں جاتے ڈرتا ہوں
ممکن ہے وہ کلام نہ کرے

ننھا لڑکا

گرمیوں کی شدید دوپہر میں،
دیوار پر چیونٹیوں کی قطار تھی،
ننھا لڑکا، ایک ایک کر کے گراتا تھا

حافظہ

ان بستیوں کے کوئی نام نہیں تھے
شہر میں کوئی بورڈ بھی نہیں تھا
بھوتوں کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے

آسان

نظم لکھنا، آسان ہوتا ہے
مگر اکثر، آخری لائن کے بغیر
نظم بن نہیں پاتی

گنگ

سانسوں پر، پرتو لتا لفظ
ادا ہو نہیں پاتا،
تخلیق کی زبان گنگ ہے

مقابلہ

شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کی یلغار تھی
سارے حملہ آور ایک بچے پر پل پڑے
ننھا بچہ کب تک عفرتیوں کا مقابلہ کرتا

ارفع

ایک گیارہ سالہ بچی
نو سال کی عمر میں،
گیان پر مسند نشین ہوئی

مجسمہ

ہاتھ میں گلدستہ پکڑے
ایک شاندار ننگا مجسمہ
عین چوک پر نصب تھا

گائے

وہ دن کی روشنی میں
اکثر اپنی گائے
دوہ لیتا ہے

راستہ

مرے ہوئے آدمی نے
اپنے خواب پورے کرلئے تھے
آنکھ کھلی، تو کوئی راستہ نہیں تھا

مسند

شاعری کی مسند پر
محبت کی بھگوان نے
رہی سہی عزت کھودی

آہٹ

نصف شب میں، ایک آہٹ سے
میری آنکھ کھل گئی، میرے ہاتھ پر
ایک لنگڑا خواب پڑا تھا

تعلیم یافتہ

اس کی گائے تعلیم یافتہ ہے
کوئی نہ بھی ہو، وہ وقت پر
اپنا دودھ دوہ لیتی ہے

عمر رسیدہ

سارے جہان کے عمر رسیدہ لوگوں کو
بحری جہاز کی میں بھر کر،
سمندر میں غرق کرتے ہیں

بوجھ

دیمک زدہ لوگوں کا
بوجھ بڑھتا جاتا ہے
زمین ان کی متحمل نہیں رہی

مخاطب

سفر میں، کوئی مخاطب نہیں ہوتا
تم اپنی بغلوں میں
اپنے جوتے چھپا کر رکھنا

خوشامدی

موت کی تاریخ آتے ہی
کتوں نے رونا شروع کر دیا
خوشامدی کتے سب غائب تھے

ری پروگرمنگ

نفسیات والے لوگوں کی
ڈی پروگرامنگ کر رہے ہیں،
میں تمہاری ری پروگرامنگ کر سکتا ہوں

نفرت

خون تھوکنے سے
ہمدردی پیدا نہیں ہوتی
یہ سب نفرت کے سبب ہیں

جان

وہ ڈر بن کر میرے اندر بیٹھ گیا
کہتا تھا، میں تنہائی سے اچھا ہوں
دونوں نے مل کر میری جان لے لی

کتا

لاش کا کردار ادا کرنے والا کتا
بیمار پڑ گیا ہے،
آج کا شو، مؤخر کو دیا گیا ہے

شعور کی دُنیا

تم نئی دُنیا کا افتتاح کر رہے ہو
وہ نئی دنیا جو،
ایک نئے شعور کی دُنیا ہے

خوف

بھگوان، تمہارا خوف ہے جس کو
بڑھا چڑھا کر تم نے
آسمانوں تک پہنچا دیا ہے

ہجوم

اس کائنات کی کوئی حد نہیں

ہر روز ایک نیا علاقہ دریافت ہوتا ہے

اس سیارے پر تو بے حد ہجوم ہو گیا ہے

موخر

بیس سال کی جدائی کا قصہ

سنانے کو ایک رات تھوڑی تھی

میں نے شہر واپسی موخر کر دی

سرچشمے

رفعتیں جو بہت عظیم تھیں

میں نے انہیں، قدیم صوفی

سرچشموں سے حاصل کیا تھا

کون جانتا ہے

تمہارے رہنما کے ایک ہزار ہاتھ ہیں

وہ ہزار پاؤں والا کنکھجورا ہے

اس کا احترام کریں کون مانتا ہے.....!

حقیر

تمام مذہبی آدمی یہ کہہ کر تمہیں

ڈراتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے پالیا ہے

اسے تم پا نہیں سکتے، تم حقیر ہو

پاگل

تم ہرگز پاگل نہیں ہو،

محض بیمار ہو، بوڑھے ہو

میں نے پاگل لوگ دیکھے ہیں

بھگوان

تم تھکے ہارے، مایوس دیوتا ہو

بستر پر مردوں کی طرح پڑے ہو

بدقسمتی یہ ہے کہ تم اب بھی بھگوان ہو

قرار

وہ ساری سوچیں جو تمہارے اندر

بہت تیزی سے آ رہی ہیں،

تھمتے، قرار پاتے کچھ وقت لیں گی

کھڑکی

تم میرے لئے ایک چھوٹی سی
کھڑکی کھول دو، میرے لئے
آسمان کو آزاد کردو

صفر

میں صفر ہوں، مجھ سے
ہم آہنگ ہونے کے لئے
تمہیں صفر ہونا پڑے گا

مشکل زندگی

کیسا شخص تھا وہ، جو کہتا تھا
میں روٹی کے بغیر رہ سکتا ہوں
لیکن، اخبار کے بغیر زندگی مشکل ہے

زہر

تم اپنی زبان کو
کوبروں سے ڈسواتے ہو،
اب تو یہ زہر سنائی پڑتا ہے

رقص

رقص کرتے ہوئے تم
مطلق خاموشی میں جاسکتے ہو
بے صورتی، صورت میں مدغم ہوگی

ملنا

تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو
میں تو خود سے بھی ملتا نہیں
تم جس سے ملے تھے، وہ کوئی اور تھا

حسن

میں آرام کی حالت میں ہوں
کام پر مجبور کیے جانے کا تصور
سارے حسن کو غارت کردے گا

گیان

گیان کے مقامات تھوڑے ہیں
لاکھوں لوگوں کے بعد،
ایک کو ملتا ہے

قادر

تم دورے کے درمیان،

بیدار رہنے کی کوشش کرو،

پھر تم اس پر قادر ہو جاؤ گے

انخلا

جذبوں کے انخلا نے

تمہاری توانائی نچوڑ لی ہے

ذہن اس کو جلد دل تک لے جائیگا

اشتعال

تمہاری باتیں، لوگوں کو

اشتعال دلاتی تھیں ان کی انا کو

ٹھیس پہنچاتی تھیں

ٹانگ

تمہاری ٹانگ کا ایک مخصوص مرکز

مر گیا ہے، اب یہ لہریں خارج نہیں کر سکتا

اس کے اثرات دوسری جگہ نمودار ہوتے رہیں گے

بھکاری

دماغ تو اک بھکاری تھا

جس کو وہ علاج سمجھا،

محض ایک مغالطہ تھا

ادراک

اے عظیم ادراک، تم ہی بھگوان ہو

ایک محبوب، خوبصورت بھگوان

اس پر کچھ تبصرہ کرو گے۔۔۔۔؟

انسان

ہاتھی نے زمین پر اپنا چوتھا

پاؤں نہیں رکھا تھا کہ خرگوش مر جائیگا

اسی سے تو انسان پیدا ہوا تھا

جانور

وہ پچھلے جنموں میں پودے تھے،

ہم پچھلے جنموں میں پرندے تھے،

اس جنم میں جانوروں کی باری ہے

سوکھے پتے

خرافاتی بوڑھا، تشنج سے ڈھیر ہوا
خون سے لت پت چہروں کا،
سوکھے پتے، سانس ڈھانپ لیتے ہیں

بے خبر

سات برسوں سے میں نے
تم سے کوئی سوال نہیں پوچھا
تمہارا خیال ہے، میں تم سے بے خبر ہوں

چوہے

چوہوں کا تعلق عمریا
شہریت سے نہیں ہوا کرتا
کھانے کو ایک سلطنت درکار ہوتی ہے

بوتل

تم بھی، گوتم بدھ بن سکتے ہو
اس کے لئے تمہیں صرف
ایک بوتل کی ضرورت ہوگی

قاش

سورج کی بچی کھچی قاش
پہاڑوں کی اوٹ میں جا کر
گھاٹیاں تاریک کر دیتی ہے

مکان

جدید ساخت کا مکان، پسینہ اوڑھے
سیدھا کھڑا تھا، اس کی دیواروں نے
دھوپ کو گلی میں اترنے سے روک دیا تھا

سناٹا

سیڑھیاں چڑھنے والے قدم
دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے
سناٹا زنجیر تڑوا کر بھاگ نکلا

خبر

لاٹھی ٹیکتی عورت کی جوتیاں، کہیں کھو گئی تھیں
اب وہ آرام سے کانٹے کنکر پر چل سکتی ہے
اسے وہ وقت یاد نہیں جب کوئی خبر لیتا تھا

ہوا

سردی کی سریلی آواز گنگنا رہی تھی

ٹھنڈی رسیلی ہوا، چہرے تھپتھپاتی تھی

درختوں کی پتیاں، اٹکھیلیوں گم تھیں

تڑخی زمین

ڈھلانوں سے اترتے سائے، میدان میں پہنچ گئے

طلائی زنجیر سے بندھا سورج، ڈھیل پا رہا تھا

تڑخی ہوئی زمین پر، قدم اٹھانا محال تھا

بھڑیئے

بڑے چاند والی رات میں

دور کہیں بھڑیئے بلاتے ہیں

میرا دل بھی ان کے لئے کلپتا ہے

مجسم

تمہاری آنکھیں، ہونٹ، زبان

سب مجھ سے محبت کرتے ہیں،

انہیں چھوڑو، مجھ میں مجسم ہونے تک

پیلو اور فرید

میرا مقتل، میری بکل ہے،

میں آنے والے کل میں رہتا ہوں

پیلو اور فرید میرے ہمسائے ہیں،

کہانی

لفظ سماعت سے نکلا تو

کہانی پیچھے چھوڑ آیا، اب

دیوار سے لگ کر روتی ہے

تلوار

وہ ہر لفظ سوچ کر بولتی تھی

اس کا ہر لفظ تلوار تھا

آخر یہ تلوار مجھ پر گری

فرق

قلم سیاہی، بندوق اور گولی

آدمی اور جانور ہیں

بہت تھوڑا فرق ہے دونوں میں

کانٹے

تم عقل کی بھیک پر زندہ ہو
ایک موہوم سی لاپرواہی
حلق میں کانٹے انڈیل سکتی ہے

بو

الف لیلوی خیموں میں خوش،
دوستوں کے جسم سے
زنگ اور دھویں کی بو آتی ہے

برف

ریت، بجری، سیمنٹ کی بوریاں
برف سے ڈھکی پڑی ہیں
میں سامنے بستر پر کتاب کھولے لیٹا ہوں

سکرین

برف کا بھوت لوٹ کر نہیں آیا
ویدر رپورٹ، اس کے برعکس تھی
چینل بدلا تو ساری سکرین سفید تھی

آگ

وہ جگہ جہاں کبھی گل مہر کے پھول
شاخوں پر پینگ جھولتے تھے،
اب وہاں آک اگ آئے ہیں

پاسپورٹ

ہر سال میں امریکہ جاتا ہوں،
انہیں نہیں لگتا کہ میں دہشتگرد ہوں
لیکن میں سبز پاسپورٹ کے بغیر نہیں جاسکتا

تماشا

قہر میں لپٹے لمحے، کرب میں ڈوبے ہیں
بے بسی ان کی موت کا اشارہ ہے
سورج بے فکر، آسمان تماشا دیکھتا ہے

راستہ

میرے منہ میں کاغذوں کا دستہ گھسا ہے،
میری نظمیں میرے تھوک سے گیلی ہو رہی ہیں
میں ایک نظر نہ آنے والے راستے پر چل رہا ہوں

آغاز

نفی اور تقسیم سے گھبرا کر،
میں نے اپنی امارت بانٹ دی
دوبارہ نفی سے آغاز شاندار تھا

بوسے

سرخ آنکھوں میں وحشت دکھائی پڑتی ہے
سورج کے ساتھ گذری زندگی کا یہ انجام ہے
آؤ ہم اپنے بوسے جدا کر لیتے ہیں

اجنبی

میں اپنے سنہری بالوں والے بچے کے ساتھ
یونیورسٹی کے آڈیٹوریم کے پاس
ایک اجنبی کی طرح تم سے ملنا چاہتا ہوں

پرانے راستے

دارالخلافہ کی سڑکیں بدل گئی ہیں
میں ایک خانہ بدوش کی صورت
پرانے راستے، پرانے دوست ڈھونڈتا ہوں

جنازہ

لاشیں وفناتے میری عمر گذر گئی
آج میں قبروں کے بیچ گرا ہوں
کوئی میرا جنازہ پڑھنے نہیں آیا

امید

میں اپنے شناختی کارڈ پر زندہ ہوں
میری ساری بستی مسمار ہوئی
امید ملنے تو آسکتی ہے

چال

مفلوک لڑکی، کوڑے اور پتھروں کے ڈھیر پر
کمر سیدھی کئے، چلتی جا رہی تھی، قدرت نے
اس کے حصے میں، عزت کی چال دی تھی

وعدہ

مجھے وہ دن یاد ہے جب میری ماں نے
میری ماں سے کہا تھا، اسکا خیال رکھنا
اس کی ماں نے مرتے ہوئے مجھ سے وعدہ لیا تھا

خیال

شعری پیکر، تمثیلی پرندوں کا روپ لے کر

خلا کے آئینے میں داخل ہو چکے

خیال بہ مائل پرواز جھپٹتا ہے

ناپسند

صبح کی دعا، ٹھنڈی ہوا اور چہکار

اسے شدید ناپسند تھی

وہ بارہ برس میری بیوی رہی

دُور

زندگی اڑتی ہوئی آن کر بوتل میں بند ہوئی

آزاد فضاؤں کا نشہ اسے لیئے پھرتا تھا

وہ جو دور تھا، کتنا قریب آن پہنچا ہے

شور

پانی کی ندی میں اک شور مچا ہے

پیپل کے پتے زور سے جھومتے ہیں

سرگوشیاں کہہ رہی ہیں مجھے بھولنا نہیں

زندگی

مفلوک بستیوں کے چہروں پر

گندگی کی ریڑھیاں الٹی پڑی ہیں

بچے انہیں کھود کر زندگی تلاش کرتے ہیں

دعا

جب ہماری ہڈیاں سفید پڑ گئی تھیں،

ہم نے کانپتے ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر

شہر کے غرق ہونے کی دعا کی تھی

نصف شب

نصف شب کے گزرتے ہی ایک عورت

ہاتھ میں لالٹین، ہونٹوں پر لوک گیت لیئے

تاریک زینوں سے اتر کر، کھیتوں کا رخ کرتی ہے

لمس

تھکی ہوئی، پژمردہ اداسی اوڑھے،

گرم راکھ پر لیٹے، رات کے تین بج جاتے ہیں

تب میری ماں کا لمس، مجھے سلانے آجاتا ہے

بشاشت

بشاشت، ابر درخشاں ہے
دل کی مٹھی سے یکا یک
پھوٹ پڑتی ہے

منہدم

دھول کے انگاروں سے اٹے حلق
اندر کے سارے نقوش مٹا کر
عمارت کو منہدم کر گئے

بچاؤ

میری ماں کی قبر پر برستی بارش
اس میں سوراخ کرتی جاتی ہے
انہیں بند کرو، بجوؤں سے بچاؤ

آسیب

خوف سے بھرا دھول کا پہاڑ
خون کے سمندر کی طرح آتا ہے
اس آسیب کی کوئی کاٹ تو ہوگی

ڈش

کنپٹیاں سنسنانے لگی تھیں
دماغ اچانک چکر کھانے لگا
ڈش اس کے دائیں جانب دھری تھی

آگ

برگد کی چھاؤں میں بیٹھا بابا
یادگار واقعے کی ہزارویں دوہرائی کرتا ہے
دل کی گور میں لگی آگ بجھاتا ہے

قتل

گلیوں کی اینٹوں پر گرد کی تہہ
بچھادی گئی ہے، پگڑیوں کی
خوشبو سرعام قتل کر دی گئی

یرقان

لوگوں کے پیٹ بڑھ گئے ہیں
بھوک پیلی ہو کر مر چکی ہے
زہر کھاتے آدمی، یرقان زدہ ہیں

لاشیں

ارسطو کے ہاتھ میں
تاریخ کے گم گشتہ صفحے ہیں
کچھ سر بریدہ لاشیں ہیں

عبادت

خودغرضی میری سرشت کا حصہ رہی
میں نے عبادت کی تھی
جنت کے لالچ جنہم کے خوف سے

پائلیں

سردی سے ریل پٹڑی، مردہ پڑی تھی
مٹی باوتا انجن، اندھیرے میں گم تھا
پہیوں کی پائلیں، بجنے ہی والی تھیں

روشنی

سرمئی سی، برف والی روشنی
کسی ذی روح کو لپیٹنے والی تھی
حیرانی اور خوف دانت جکڑے کھڑے تھے

شناخت

شناخت تو صرف مٹی کی ہوتی ہے
تم اپنی بدہیت شکلیں سونگھتے رہو
ایک دن سوندھی خوشبو اٹھنے والی ہے

سکوت

ایک سکوت ہی زندہ تھا
جس میں میری آواز نے تلوار بن کر
زندگی موت کی نیند سلادی

کمرے

گھر کے پچھواڑے میں ایک
صحرائی سناٹا گونجتا ہے
شام ڈھلے کمرے یہاں ٹہلتے ہیں

نقطہ

جو نقطہ بن کر میرے سامنے ٹھہرا ہے
اس کے پار کئی صدیوں کے انبار ہیں
بھید نقطے سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا

گم

بگولے سرِشام میرا نام پکارتے تھے
اندھیری شب تھی، جنگل کا پڑاؤ
میں گم ہوا، اپنا وجود سمیٹ کر

کُھلا

آج مجھے یکسر کھلا دیکھو
بارش بے لباسی اوڑھ کر آ گئی
میرے بھیگنے کا تماشا دیکھو

شام

اپنے سر کو مٹی پر رکھ کر
مختلف رنگوں کے بچھو نکالو
شام رفاقت کی طلبگار ہے

خوشحال

یہاں کی عورتیں، خوش ہیں
خوشحال ہیں، مرضی سے
دوسروں کے بچے پیدا کرتی ہیں

انتظار

نیند، بھوک اور پیاس کی چڑیلیں
خالی چارپائیوں پر
رات ختم ہونے کا انتظار کرتی ہیں

کترنیں

میری کترنیں بنا کر پھینک دیا گیا ہے
کوئی ان کترنوں کو چنتا نہیں
میں کسی صوفی کے انتظار میں ٹھہری ہوں

نوحہ کناں

سورج نے سوا نیزے پر آن کر
ابن آدم کو ہلاک کر ڈالا
زندگی صحراؤں میں نوحہ کناں ہے

تصویریں

تصویریں کبھی نہیں بولتیں
کیلنڈر کا حساب نہیں رکھتیں
دیوار پر لگی مسکراتی ہیں

مراد

میں نے اپنی گھن لانے والی

ساری باتیں ٹہنیوں سے باندھ دیں

مراد برآنے میں وقت لگے گا

دائرہ

جسم اور روح کا رشتہ

تھپیڑے سے جڑا ہے

اک دائرے کے اندر

نکل چلو

جلدی کرو، خون بہاؤ

نئے زخم اگاؤ پھر

یہاں سے نکل چلو

بکریاں

جھلیں خشک ہوئیں، درخت سوکھ گئے

بکریاں مر گئیں، اور بچ جانے والی، لوگ

خوشبودار مصالحے لگا کر کھا گئے

زاویے

خوشبوؤں کو سرعام

موت کی سزا دی جائے

زندگی کے ازاویے بدل چکے

کھڑکھڑاہٹ

چوہوں کے پس منظر میں

کترنے کی کٹ کٹ سنائی دیتی ہے

آدھے انسان وہ چٹ کر چکے ہیں

قانون

محبت تو محبت ہے

اس کی کوئی ذمہ داری نہیں

دستبرداری پر کوئی قانون نہیں

اگلے دانت

اس کے اگلے دانت

کترنے کی طرح چھینی نما ہو گئے ہیں

اس کی انگلیاں مڑنے ہی والی ہیں

سرکاراما

میرے آنکھیں بند کرنے کی دیر ہے
کتنے تماشے ہیں جو لگ جاتے ہیں
اس سرکاراما میں کئی فلمیں چلتی ہیں

اکاؤنٹ

تمہیں جب بھی میرا مشورہ درکار ہو
مجھ سے فیس بک پر رابطہ کرنا
وہاں میرا اکاؤنٹ جھوٹا ہے

نام نہاد

میں اپنا بدن،
وفا کی نام نہاد رسی پر
تان کر چل رہا ہوں

مشورہ

اشتہاروں کی اپنی دنیا ہوتی ہے
تم مجھ سے جب چاہو،
تصویری مشورہ کر سکتے ہو

خواب

میں نے اس کی بیٹی کو خواب میں دیکھا تھا
اگلی صبح اس جرم کی پاداش میں
قاضی میرے خواب بند کر کے چلا گیا

پتھریلے

ہم اپنے مذہب اور عقیدے سے
سریش کی طرح جڑے ہیں
ہمارے نظریات پتھریلے ہیں

فراخ

اس کے بدن کی بریزئر
اس کے جوتوں کی طرح
فراخ اور کھلی تھی

راکھ

میں سگریٹ کی راکھ
جھاڑ رہا تھا کہ اچانک
میری پہلی انگلی بھی گر گئی

جیت

وہ جنگ جو ہم ہار رہے ہیں،
تمہارے لبوں کے بوسے سے
ایک ہی حملے میں جیتی جا سکتی ہے

بدل

ایک نئی زندگی کی شروعات کے لیئے
آؤ میں تمہارا سرد بوسہ
اپنے گرم بوسے سے بدل دیتا ہوں

ہنسی

جس موت سے میں خوفزدہ تھا
اس میں داخل ہوتے ہیں
میری ہنسی چھوٹ گئی

لعنت

تم نے ہمارے سروں کو
نیزوں پر اٹھا لیا ہے
لوگ تمہاری بہادری پر لعنت کرتے ہیں

کیل

وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی
میں نے اس کی قمیض
کیل میں پھنسا کر پھاڑ دی

دن

ہمارے دن زمین پر
سائے کی طرح ہیں
ہمیں کچھ نہیں سکھاتے

غوطہ

میرے ہی کپڑے، مجھ سے گھن کھاتے ہیں
اگر میں خود کو برف سے بھی دھولوں
وہ مجھے کھائی میں غوطہ ضرور دے گا

شکوہ

وہ اپنا منہ بند نہیں رکھ سکتا
اپنی روح کی تلخی میں بولتا ہے
اپنی جان کے عذاب کا شکوہ کرتا ہے

جان

مجھے اپنی جان سے نفرت ہے
وہ پھانسی اور موت کو
میری ہڈیوں پر ترجیح دیتی ہے

زور آور

بے شمار عجائب پھیلے ہیں
بہت سے راز، دریافت نہیں ہو سکے
میں دل کا عقلمند، طاقت کا زور آور تھا

شام

شام میری دہلیز پر
ہاتھ میں کچھ کاغذ اٹھائے
آخری پیغام دینے آگئی ہے

مفلسی

مفلسی کے سوٹ کیس
ڑکوں پر کھلے پڑے ہیں
لوٹنے والا کوئی نظر نہیں آتا

خوشبو

میرے خشک نتھنوں میں
خون کی خوشبو ہے
جو تھک کے سو گیا ہے

جنازہ

مجھے لگتا ہے میرے صحن میں
ایک جنازہ پڑا ہے
میں اوپر کھڑا مجھ کو دیکھتا ہوں

چھلکے

لوگ کٹے پھٹے چھلکوں کی طرح
سڑکوں پر گرے پڑے ہیں
کارپوریشن کا ٹرک آتا ہی ہوگا

آگ

اس کے بدن میں
سرطان کی آگ تھی
آخر راکھ ہو کر بکھر گیا

سرطان

نیلے آسمان پر
سرطان کے دھبے ہیں
آواز اترنے والی ہے

دفن

دن زخمی ہو کر گر پڑا ہے
گولیوں سے سینہ تار تار ہے
رات لپیٹ کر دفنانے آگئی ہے

عمل داری

میں وارڈ میں داخلے کے فارم پر
خوشی سے دستخط کر دیئے
مجھے پتہ تھا تمہاری یہاں عمل داری ہے

کھجوریں

میں نے شاہ سعود کو لکھا
سرداریاں قائم تا قیامت
اس باغ کی چند کھجوریں عطا ہوں

یادیں

ہمارے چھوٹے گھروں میں
بڑی یادیں جیتی ہیں
بڑے مکان خالی ہیں

اخبار

میں روز اس گھر کو لوٹ جاتا ہوں
جہاں گزرے دنوں کے انبار پڑے تھے
دیواروں پر شام کے اخبار چھپے ہیں

خیر

میں ماہ و سال کی گردش سے
تھک گیا ہوں، اسے مختصر کر دے
میرے کشکول میں کچھ تو خیر، بھی عطا ہو

صاحب توقیر

شیشے کی کرچیاں چبا رہا ہوں
سوکھی شاخیں پی رہا ہوں
سب صاحب توقیر ہیں میں فقیر

تماشا

غور کا تماشا لگا ہے

ترجمان زبانیں ہیں

سمجھ میں کچھ نہیں آتا

زندگی

زندگی، گلیاں جمع کرتے بوڑھی ہوئی

شب و روز کی دھجیاں بکھری ہیں

تماشائی پیلے دانت نکالے ہنستا ہے

مفتیاں شہر

اوڑنیاں جمع کرتی ہیں شہروں میں

پرانی دھجیاں، بالوں کے گچھے، پیلے دانت

مفتیاں شہر کہاں مرے پڑے ہیں

سونا پن

تاریکیوں کا سونا پن

اپنے سینوں پر مردے لیئے

کچرے کا ڈھیر تلاش کرتا ہے

ثبوت

سڑکوں پر احتجاجیوں کا خون پھیلا ہے

ابھی لاشوں کا مسخ کرنا باقی ہے

ثبوت مٹانے کا یہی ایک طریقہ ہے

وارث

پہاڑوں سے کچھ آدمی اٹھا لیتے ہیں

برسوں ہمارے جذبوں کی تسکین کریں گے

پہاڑیوں کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا

گمشدہ لوگ

گمشدہ لوگوں کے لواحقین

برسوں سے انصاف کی عمارت دیکھتے ہیں

انہیں اس کی ہر اینٹ، ہر مکین کا نام یاد ہے

دھوکا

آئینے میں میرا عکس دھندلا گیا ہے

میں یہ سمجھا کہ شائد یہ میں ہوں

ملتی جلتی شکلیں، دھوکا دیتی ہیں

جانا

ناگ مجھے دس کر گھبرایا تھا
میں ڈنک کھا کر مسکرایا تھا
دونوں میں سے ایک کو تو جانا تھا

امن

شاہی کنیزیں میرے بستر پر
امن سے خوابیدہ ہیں
میں کانچ کے فرش پر چلتا ہوں

مبہوت

خالی کمروں کے پردوں پر
دیمک ہے، برسوں کا جالا ہے
صحن کا نلکا مبہوت کھڑا ہے

چڑیلیں

کھڑکی کے باہر جو درخت کھڑا ہے
اس پر چڑیلیں الٹی لٹکی ہیں
شام کے بعد سیدھی ہو اڑیں گی

دوسرا

میں اپنی ذات پھلانگ کر
اس کے اندر اتر گیا
وہاں تو کوئی دوسرا نہیں تھا

تخیل

بادل ہیں، ٹھنڈی ہوا ہے
رسی پر عورتوں کے زیر جامے ہیں
مزا لینے کے لیئے تخیل چاہیے

حیرت

سیڑھی پر چڑھتے ہوئے
حیرت بڑھتی جاتی ہے
لوگ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں

اکڑن

پستانوں کی اکڑن اتارنے کے لیئے
ایک بچے کی ضرورت پڑتی ہے
ورنہ یہ ابل کر پھٹ سکتے ہیں

کہانی

میرے اندر، وہ اکیلی عورت تو نہیں

یہاں کئی عورتیں رہائش رکھتی ہیں

ہر ایک کی کہانی ہے، تاریخ ہے

کالا انجن

میں نے کالا انجن دیکھا تھا

وہ ڈھواں چھوڑتا، بھاپ اڑاتا تھا

میرے دوست کسی اور چیز کو انجن کہتے تھے

وائرس

وہ ایک عظیم نقاد ہے

عجیب وغریب تشریحات کرتا ہے

اس کے دماغ میں وائرس گھس گیا ہے

چابی

بچپن میں وہ چھت سے گر گئی تھی

پھر اس کی عمر کبھی نہیں بڑھی

شائد مالک چابی دینا بھول گیا تھا

بلیڈ

بلیڈ میری جھریوں میں پھنس جاتا تھا

کھسیانی ہنسی کے ساتھ شیو بنانا پڑتی تھی

تھک کر میں نے داڑھی رکھ لی ہے

دہشت گرد

کاریڈور میں بھاگتا ہوا مریض

جس کو پولیس کی گولی لگی تھی

دہشت گرد قرار پایا ہے

نشان

میں ساری گلیوں، محلوں میں

خود کو ڈھونڈ آیا ہوں

مگر میرا نشان کہیں نہیں ملا

تھوک

تیری آنکھوں میں کھنچی ڈوریاں

سر سے آگے نکلتی چھاتیاں

مجھے تھوک نگلنے نہیں دیتیں

نہتے

خودکشی کرنے والے نہتے لوگ

چودھویں کا چاند دیکھ کر خوش ہیں

تخیل کتنے راستے کھول دیتا ہے

کتے

کتوں نے روٹی دیکھ کر

بھونکنا موخر کر دیا تھا

کتے آدمی سے کتنے ملتے ہیں

ہونٹ

نیند نہیں آئی تو اپنی آنکھیں

ادھر لاؤ، میں چوم کر نیند بھر دوں

مگر تمہارے ہونٹ تو سالوں سے سرد ہیں

آدھا مرد

ہم بستری کی خواہش مند عورت

ہمیشہ سے ایک پوری عورت تھی

مگر اسے مرد ہی آدھا ملا تھا

زندہ

عیسٰی سے کہو، سولی سے نیچے اترے

گلی کے موڑ پر ایک بچے کو

مسیحا کی ضرورت ہے

مہذب

عیسٰی اپنی بھیانک سولی پر

خود چل کر لٹک جاؤ

آج کی دنیا کے لوگ، مہذب ہیں

آنسو

عیسٰی کو لٹکتا دیکھ کر

خداوند آنسو بہاتا ہے

تھوڑی دیر پہلے وہ کہاں تھا

زہر

برسوں جنگلوں میں خاک چھان کر

بہترین سانپوں کا زہر جمع کیا ہے

مرنے سے پہلے میں اسے دریا میں ڈال دونگا

سزا

میں آج بھی اپنے بوسوں سے
تمہارا مردہ بدن زندہ کر سکتا ہوں
مگر تمہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہے

انگلی

میری تین انگلیاں تھیں
ایک پری لے گئی دوسری جن
صد شکر شہادت کی انگلی بچی ہے

آگ

لفظوں کے چقماق سے میں
اندھیرے میں آگ جلاتا ہوں
اس آگ کو ہمیشہ جلائے رکھنا

ڈی سکیشن

فخری، سہیل، مبین، شوکت
سب لوگ کہاں ہیں،
مسلم ماڈل کا ڈی سکیشن یاد آتا ہے

بے نام

بے نام پیلی سرسوں جیسی نار کو
کسی نے درانتی سے کاٹ ڈالا
بے نام چھٹی پاس پڑی تھی

پٹڑی

ٹرین ویران سٹیشن پر رکی ہے
پلیٹ فارم پر پتوں کی جھنکار ہے
تھوڑی دیر میں لفظ بھی پٹڑی چڑھیں گے

بطن

ایک بدمست ٹرین گزر رہی ہے
جھومتی ہوئی، دھول اڑاتی ہوئی
بطن میں سوچوں کا انبار لیے

پنجاب

میدان آسمان تک دھول سے اٹ جاتا
گھوڑوں کی ٹاپیں ڈھول کی تھاپیں ہوتیں
کبھی ہم بھی پنجاب میں رہا کرتے تھے

دیوار

چاند جب حسن کی

دیوار تلے اترے گا

میں اندر کود جاؤں گا

رم

رم کی چسکیاں لیتا

بوسیدہ حال بوڑھا

چاندنی کی چادر اوڑھے

ہوا

کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا نے

میرا اندر تازگی سے بھر دیا

سگریٹ کا کوئی ٹوٹا ڈھونڈ لوں

ترشی

پرانے گھروں میں لگے

اناس کے درختوں پر

چاند کی ترشی پھیل گئی

چھری

وہ خزاں ہی کا موسم تھا

جب میری ماں نے،

گلے پر چھری پھیر لی تھی

کیڑا

بوڑھے کے دماغ میں،

بڑی دیر ہوئی

ایک کیڑا اٹک گیا تھا

سالگرہ

ٹھنڈی ہوا،

کھلا گلاب،

تیری سالگرہ کا دن

سفیدی

پرندے کے اڑتے ہی،

سفیدی بڑھتی چلی گئی

آسمان دور ہوتا گیا

بڑا

چھوٹے دانتوں کے لیئے

تمہارا موٹا پیٹ

بہت بڑا ہے

آواز

ہمسایوں کی گفتگو

گزرتی ریل کی آواز میں

دب کر مر گئی تھی

نیند

گھوڑں کی آنکھیں

ان کے سم ہوتے ہیں

نیند ان پر نہیں آتی

جل پریاں

پرانے سمندر کی آبی گزرگاہ

اپنے پیچھے جل پریاں چھوڑ گئی

یہ مچھلیاں اب روہی کا حسن ہیں

تعفن

بارود کی بو میں اٹی لاشیں

امن کے نام پر گرائی گئی تھیں

ہمارے حصے میں تعفن آیا ہے

موتیا

میرے سامنے سربفلک عمارتیں ڈھ گئی ہیں

میری آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے

میں وہ راستے دیکھتا ہوں جو نظر نہیں آتے

آدھا آدھا

اس نیلے گنبد کو

درمیان سے چیر دو

آدھا تم لے لو، آدھا ہمیں دیدد

پکوان

دستر خوان بھر دو،

تمام پکوان گندم سے بناؤ،

اس بار ابلیس مہمان ہوگا

نظم

تم اپنی نظم

اُس صفحے پر لکھو،

جو میرا نہ ہو،

سر

میرے سر کو مضبوطی سے پکڑ لو،

یہ چاروں اور گھومنے لگا ہے،

میں رنگوں میں دھنسا بیٹھا ہوں،

رنگ

میں رنگوں میں چھپ کر بیٹھا ہوں،

مصور کے برش میں اتر کر

اپنی مرضی کی تصویریں بناؤں گا

حاصل

زندگی کی آخری دہلیز پر کھڑی بڑھیا،

کچے صحن میں جھاڑو پھیرتے ہوئے،

سوچتی ہے کہ اس کی عمر کا حاصل کیا ہے

گومگو

میں اس گومگو سے نکلنا چاہتا ہوں

اندھیرے میں راستہ تلاش کرتا ہوں

جواز کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا

قدر

چشمے پر نہاتی لڑکی کے سر پر

پھولوں کا جوڑا لگا ہے

پھولوں کی قدر مالی ہی جانتے ہیں

خزانہ

میرے پاس ایک خزانہ ہے

بے شمار سکوں کا جو میں نے

ریل کی پٹڑی پر بنائے

دائرہ

امتل کا چہرہ ایک گونج ہے

اس گونج کا ایک دائرہ ہے،

یہ دائرہ ایک سگریٹ میں بند ہے

سانتا کلاز

آج سانتا کلاز بچوں کو تحفے دے گا

یسوع کو ابلے انڈے ملیں گے

وہ انڈے لینے برف پر چل نکلا ہے

کُب

آندھی میں ریت کے ٹیلے کی طرح

عمر نے میری کمر میں کُب ڈال دیا ہے،

وقت نے اسے میری شناخت بنا دیا

مٹی کی میز

مٹی کی میز کو کتوں نے چھیل ڈالا

گھنی بوریاں تڑوا کر باہر نکل آئی

میز کے ماضی سے خون ابل پڑا

ڈھنگ

قصاب نے ایک سو انچاس منفرد طریقوں سے

بکروں کو ذبح کر کے دکھایا

اس کے تیز اوزاروں کے سیکڑوں ڈھنگ تھے

امید

دس ہزار سال کی تاریخ شاہد ہے

امید مملکت ہمیشہ جوان رہتی ہے،

کاٹھی پہ سوار شہزادے، آتے ہیں جاتے ہیں

دیوتا

آسمانی دیوتا، سرخ سفید چہرہ لے کر

سازش کرنے نکل کھڑا ہوا ہے

مرنے والوں کی تعداد بڑھنے والی ہے

فریکونسی

میری روح کی فریکونسی اگر

تمہاری روح سے مل جائے تو

میری دوائیاں چھوٹ سکتی ہیں

سیلاب

میرے اٹھارہ دن کے جگراتے نے

آخر اس کی آنکھیں سرخ کر ڈالیں

پھر آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا

جہنم

سرداراں سستا آٹا مانگتی ہے

مولوی صاحب یہ کہاں سے ملتا ہے

جہنم سے میری عزیزہ جہنم سے

خواب

پل بھر کو، کوئی میرے اندر رونما ہوا

پھر اس کے بعد پتہ نہیں کیا ہوا

بس ایک خواب ہے دہلیز پر بیٹھا ہوا

عمر

کئی باتیں ہیں، جو میں نہیں بولتا

کئی چیزیں چھپی ہیں، میں نہیں کھولتا

پانی میں پتھر پھینکتے، میری عمر گزر گئی

تعبیر

میں نے ایک خواب دیکھا تھا

اس کی تعبیر برلانے کے لیے

آج میں اپنی سولی پر لٹک جاؤں گا

گھر

جب بھی میں نے گھر بنانا چاہا

سناٹا چیخ چیخ کر چلاتا

وسعت دھاڑیں مار کر روتی

حساب

چھونسٹھ سال کے قتلوں کا حساب

نوے سال کی بڑھیا کو معلوم ہے لیکن

'پہن رکھے ہیں اس نے ہاتھوں پر دستانے'

ارتعاش

پانی پیتی چڑیا،

ارتعاش سن کر اڑ گئی

ناگ ارتعاش میں ڈوب گیا

جرم

پر کٹے فرشتے، کتاب زیست میں

اپنا جرم تلاش کرتے ہیں،

کسی نے ان کے نام تبدیل کر دیے ہیں

دیوار

کھڑکی سے سارے منظر ہٹا لیئے گئے

ایک ویران دیوار وہاں لٹکا دی گئی

صورتیں

کچھ صورتیں مجھے ڈراتی ہیں

ان کا کوئی نام نہیں، نشان نہیں

تصویریں

خالی جگہیں، دل دہلاتی ہیں،

یہاں ان کی تصویریں لگا دو

ویران

ضرورتیں پوری کرنے والا، رخصت ہوا،

سب لوگ اندر سے ویران ہیں،

دہشت

سجے سنورے شہر، چہل پہل والی گلیاں

خاک وخوان کی دہشت سے بھر دی گئیں

کھلا میدان

جان، مال اور آبرو کی قربانیاں دینے والے

بھیڑیوں کے لیے کھلا میدان چھوڑے جاتے ہیں

رہائی

ہونٹوں سے خون کی پپڑیاں اتار کر

ٹپٹاتی زندگی کو رہا کرو

بے صورت

بے صورت آدمی ڈراتے ہیں، میں

انہیں لباس سے پہچانتا ہوں،

غربت

جنگلوں سے، غربت کی ہوا آتی ہے

لوگ جانور مار کر کھا گئے

تضاد

واہموں اور حقیقتوں کے تضاد

کشمکش اور آسیبی فضا بناتے ہیں

ہوا

میں اپنی مدد کے لئے کسے بلاتا
وہاں تو صرف بے جان ہوا تھی

سفر

دشتِ ویرانی کا سفر آدھا تھا
آدھا سفر تو ابھی باقی ہے

تالے

شفقتوں سے گھر خالی ہیں،
دلوں پر بے رحمی کے تالے ہیں

کہانیاں

شاہد زبیر تمہاری نظمیں عجیب ہیں
کہانیاں ہیں سیدھی سطروں میں لکھی ہوئی

بیج

ہم نے زمین میں بونے کاشت کیے ہیں،
حکمرانوں نے ہمارا بیج مار دیا ہے

بلاؤز

ایک عورت وہاں چھپی بیٹھی ہے
تم اسے بلاؤز سے نکال سکتے ہو

سارا شہر

سارا شہر پانی پر کھڑا ہے
اسے تیرنا نہیں آتا

نظام

کائنات کا نظام تبدیل کرو
آدمی کو کاتبِ تقدیر کرو

ایک آنکھ

ایک آنکھ سے ادب پڑھنے والے
صاحب بصیرت نہیں، منتقم المزاج ہیں،

مسمرائز

تمہارا طلسم حواس پر چھایا ہے
نثری نظم والو، تم مسمرائز کر سکتے ہو

اتالیق

میری گواہی سے معتبر بننے والا

آج میرا اتالیق ہے

پتے

میری کھڑکی سے گرتے پتے

پیلے کیوں ہیں؟

خاموشیاں

ساری لمبی راتوں کی رازدان

خاموشیاں ہی ہوتی ہیں

بولی

میرے فاقے کی بولی لگاؤ

کم از کم رقم بیس ہے

پناہ

جس زمیں پر پناہ نہیں ملی،

اُسے ڈبو کر ماردینا چاہیے

چھید

دیواروں میں صدا داخل کرنے کو

ان میں چھید کرنا ہوں گے

شور

سناٹا کیوں شور مچاتا ہے

اسے کمرے میں بند کردو

رقص

چاقو سے کاٹا جانور

مرے بدن میں رقص کناں ہے

باتیں

فرعون کی جرسی لے کر

اس کی باتیں باہر نکالو

پتھر

کچھ پتھر جمع کرلیں،

اس کی تقریر نشر ہونے والی ہے

زندہ مکھی

سگریٹ سے پتوں میں سوراخ بناؤ
مجھے ایک زندہ مکھی گرفتار کرنی ہے

بیٹا

وہ میرا بیٹا پیدا کرنے کے لئے
میرے ساتھ بھاگ جانا چاہتی ہے

چہرے

بالوں سے بھرے چہرے
جنوں کے بھوتوں کے ہوتے ہیں

شکستہ دیوار

یہ جو شکستہ دیوار ہے
میری پہلی بیوی تھی

راکھ

ایک برتن میں راکھ لے لو
اس میں منہ ڈال کر ہنسیں گے

بیوی

میری پہلی بیوی بننا اُسے ناگوار تھا
اب دوسری بننے پر آمادہ ہے

تلاش

اپنی جوتیاں بیگ میں بند کرو
ہم اُسے تلاش کرنے جاتے ہیں

جوڑی

جرابیں پھٹ گئی ہیں تو کیا
جوڑی تو زندہ ہے

خون

تھوکے ہوئے خون کی
مریض کو ضرورت تھی

شرمسار

بغیر کپڑوں کے، بستر میں جانا
فرشتوں کو شرمسار کر دے گا

سیر

میرا کتا، مجھے روزانہ،

سیر پر لے جاتا ہے

سگریٹ

دوستی کے نام پر مانگا گیا سگریٹ

کتا بنا دیتا ہے

جماعت

وہم کے سارے پتلے جلا کر

بھوتوں کی جماعت میں آجاؤ

غلیظ

بستر پر بڑے خواب

غلیظ ہیں، پلید ہیں،

بسیں

لاہور جانے والی ساری بسیں

میرے دل پر سے گذرتی ہیں

راکھ

سارے شہر سے راکھ جمع کر کے

اس نے میرے سر میں ڈال دی

تلاش

گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کی

تلاش میں گھر سے نکلتے ہیں

بینڈ

سنگیت کے بینڈ میں،

کچھ بے سُرے درکار ہیں،

خوف

خوف، آنکھ میں تصویر بسا کر

قلعے کی دیوار پھاند گیا

سماعت

دور تک پھیلے صحرا میں

سماعت ماتم کناں ہے

نوشتہ

بشارتیں نوشتہ ہیں
آنکھوں کو پڑھنا نہیں آتا

فرشتے

گولیاں برس رہی ہیں دھڑا دھڑ
فرشتے رقص میں، جانیں ہتھیاتے ہیں

علاج

تاریخ بے پناہ، بلاجواز قتلوں سے بھری ہے
ان زخموں کا علاج برسوں بعد بھی نہیں ملا

چڑی کہانیاں

میں تیرا ذکر چڑی کہانیوں میں کر سکتا تھا
میں نے مگر تجھے سوچنا چھوڑ دیا ہے

نغمہ

آنکھوں کے بے چراغی پر
کوئی المیہ گیت نہیں پھوٹا

در

محبت سر پٹختی رہی
ایک ہی در پر برسوں

آفتیں

آفتیں پوری تیاری سے اترتی ہیں
اپنے کام پر آنچ نہیں آنے دیتیں

تمغہ

ثابت نہ ہونے والے مذہبی جرائم پر
تمغہ حسنِ کارکردگی عطا ہونے کو ہے

جھوٹے

اعتبار والے کتنے جھوٹے ہیں
نام میرا مگر کہانی کسی اور کی تھی

ٹکڑا

ہجر میں ڈوبا، شام کا ٹکڑا
گھر کے باہر بکھرا پڑا ہے

کہانیاں

پاؤں روک کر، اس بستی سے گزرو
یہاں میری کہانیاں رُلتی پھرتی ہیں

بدبو

بدگمانی کے سائبان میں پڑا خواب،
اب بدبو دینے لگا ہے، اسے دفنا دو

آج بھی

میں آج بھی سنٹرل ماڈل میں پڑھتا ہوں
میں آج بھی نہر کنارے، چائے پیتا ہوں

ریاضت

سوچ میں گم آنکھیں بنانے کے لئے
برسوں کی ریاضت درکار ہے

سزا

بہت سی نظمیں لکھ کر میں نے
اپنی سزا کے دروازے کھول دیے

خوشبو

اب مٹی سے سوندھی خوشبو نہیں اٹھتی
پہلے روز کی قبر کا ذائقہ ہی کچھ اور تھا

شادی کارڈ

مجھے شادی کارڈ جمع کرنے کا شوق ہے
میرے آدھے دوستوں کی طلاق ہو چکی ہے

سائنس

میں نے ادب میں سائنس داخل کر کے
بہت سی لڑکیاں ایجاد کی ہیں

ایکٹر

لاش کا کردار کرنے والا شخص
پھر کبھی اٹھا ہی نہیں

محبوبہ

قسمت کی لکیر پر اس کی
میری محبوبہ کا نام لکھا تھا

دھات کا آدمی

دھات کا بنا آدمی

ہنس ہنس کے دوہرا ہوا،

ہاتھ کی ریت

تتلیوں کو اڑتا دیکھ کر

میں نے ہاتھ کی ساری ریت اڑا دی

جسم

مجسمے زخمی ہیں، دیواریں چیچک زدہ

جا بہ جا پڑی ہیں کرچیاں جسموں کی

ایڈریس

کارٹون والی دیوار پر

میرا ایڈریس لکھا ہے

شاخسانے

بھوتوں کے، بھگوانوں کے

سارے شاخسانے ہیں

پاؤں

تیرے پاؤں تو سوج کر بھاری تھے

پھر بھاگنے کا راستہ تجھے کس نے دیا

راکھ

پائلیں سن ہوئیں، بانسریاں بانجھ

چولہے بجھ گئے، طوائفیں راکھ ہوئیں

حق

ڈوبتے آدمی کا مسئلہ

سانس تھا، حق نہیں

ہجوم

وہ شخص اپنے اندر میں

ایک ہجوم لئے پھرتا تھا

خودکشی

اے، بیدار مغز شخص، میں تمہیں

خودکشی سے پلٹنے کی دعوت دیتا ہوں

رات

وہ کہنے لگی دن کو تم مجھ سے مل سکتے ہو
اس کے لئے اس نے رات کا وقت دیا

پہچان

انکار، بھگوان کے اوتار کی پہچان تھی
میرے انکار کے سبب لوگ مجھے بھگوان مانے

فخر

تمہاری رال ملی چائے پینا
ہمارے چیلے، فخر سمجھتے ہیں

کون

تمہارے پاگل پن کے علاج کے لئے
مجھے تمہاری نسوں سے تھوڑا خون گرانا ہے

کام

اصل کام عورت کا ہے
مرد کا کام تو ایک سرنج بھی کر سکتی ہے

اندر

تم ہمہ وقت میرے اندر موجود ہو
میں خود کو کسی سے بانٹ نہیں سکتا

انوکھا

آہستہ آہستہ مرنا، غنودگی اور
شانتی کا، انوکھا تجربہ ہے

نارمل

تاریخ نے انسان کو گہرائی میں پھینک دیا
ماضی سے منقطع لوگ، نارمل نہیں ہوتے

بیداری

ہوا، بیداری پر قادر ہے
اس کے شعور میں خلل نہیں آتا

سرگوشیاں

کتاب سرگوشیاں کرنے والی فاحشہ ہے
لفظوں کے بغیر، یہ بیوی نہیں بنتی

فیصلہ کن

فیصلہ کن دورہ وہ ہوتا ہے
جس میں شعور گم ہو جاتا ہے

سرکس

جہاں تم بہت ولولہ انگیز ہو
یہ کائناتی سرکس کے لمحے ہیں

ساکن

شعاعوں کے درمیان کھوئی ہوئی
خالی پن کی تصویر، ساکن تھی

انگڑائی

انگڑائی ٹوٹی شاخوں کی طرح گر گئی
میں تو اس کے پیچھے چل رہا تھا

زندگی

آؤ شکست و ریخت کی زندگی چھوڑ کر
زندگی کو زندہ رکھنے کی قوت بخشیں

آخری موقعہ

اپنے ہی ملنے پر بیٹھ کر نوحہ کریں
ہمارے پاس یہ آخری موقع ہے

دائرہ

ایک نیا تخلیقی دائرہ،
وجود میں آنے ہی والا ہے

بچپنہ

کس قیامت کی بات کرتے ہو
زمین تو ابھی اپنے بچپنے میں ہے

چاند گرہن

میرے گھر پر چاند گرہن جاری ہے
کفن چوروں کے ہاتھ میں کالک ہے

گھر

اپنی ہی بیٹیوں کو بے عصمت کر کے
ہم نے اپنا گھر، اپنا وطن علیحدہ کر لیا

جھنڈا

میری سپاہ سنگینوں میں بچے پرولائی تھی

فتوحات کا جھنڈا، میرے وطن میں گڑا ہے

نودریافت

کروڑوں، اربوں سال کی دوری پر بھی

میرے ہی دریافت نو کا سلسلہ جاری ہے

چڑیل

ہر سال آنے والی چڑیل

گلے ملے بغیر چلی جاتی ہے

دکھ سکھ

مصیبت اور دکھ کو مبارک سمجھنے والو

دکھ دکھ ہیں، سکھ سکھ ہیں

ستارے

میرے ستارے میرے پاؤں سے لپٹ گئے ہیں

ضد کرتے ہیں تمہیں لے کر جائیں گے

نصاب

ہمارے پاؤں بوڑھے گھوڑوں جیسے ہو گئے

تاتاریوں کی تاریخ خارج از نصاب کرو

دروازہ

پھوڑی گئی آنکھوں میں پتھر لگادو

دروازہ نہ سہی، دروازے کی تصویر بنادو

انتظام

نقشہ کھو گیا ہے، نئے کمرے تلاش کرو

ممیاں باہر نکال کر سونے کا انتظام کرو

پہلی صدی

میرے ہاتھوں کی ہڈیاں نکل آئی ہیں

انہیں لے جا کر پہلی صدی میں دفن کردو

چراغ

میرے چراغ کو بجھانے والو

میں تو دھوئیں سے بکھر رہا ہوں

جسم

میرے یخم شیم خوابوں میں
بالوں سے بھرے جسم ہیں،

مکین

مکین، کون لے گیا
خالی مکان بھونکتے ہیں

تنہائی

ڈھول بج رہا ہے، دل دھڑک رہا ہے
آدھی رات ہے، جنگل ہے تنہائی ہے

انکار

دعائیں دربدر ہوئیں، ماں جائے
انکار باندھ کر روانہ ہوئے

فرنیچر

ٹوٹے پھوٹے فرنیچر کے ساتھ
ہو سکے تو مجھے بھی بیچ ڈالو

توسرباز

میرے شہر کی آبادی، توسربازوں کی ہے
اسبار آؤ گے تو دیئے میں تیل رکھیں گے

ابلیس

ابلیس کی طاقت دیکھنا چاہو تو
میرے پیچھے چلتے چلے آؤ

اندھیرے

اندھیرے اجالوں میں بھردو
لکیریں ہاتھ سے ادھیڑدو

بلائیں

دوپہر میں کمروں کی بلائیں
پسینے سے ننگی ہو جاتی ہیں

اذان

خالی آنکھیں ڈراتی ہیں،
ان کے کانوں میں اذان دو

بددعائیں

خالی ہونٹ ہلانے سے

بددعائیں زخمی نہیں ہوتیں

پہلی آواز

دشت صدا میں کود پڑیں

پہلی آواز کو پکڑ کر لائیں

تجربہ

مٹی، آگ، پانی، ہوا سے

ایک اور تجربہ بھی کر دیکھیں

ذائقہ

ذائقہ تو ایک تجربہ تھا

پھر ذائقوں کی لت پڑ گئی

آواز

آنکھوں میں ناچتی ہنسی نے

آواز گھونٹ دی تھی گلے ہی میں

جستجو

پتہ نہیں کامیابی تھی کہ ناکامی

عمر ساری تو گزر گئی تیری جستجو میں

بادل

بادلوں نے امڈ امڈ کر اس شام

بلوط کے اونچے پیڑوں کو سر کر لیا

چانداور لڑکیاں

چاند ابھرا تو کھڑی ہو گئیں

ساری لڑکیاں، کمر پر ہاتھ رکھ کر

مورتیاں

ہیکل کے گرد، مورتیاں رقص کرتی ہیں

پلاؤ میرے یاروں کو، مریدوں کو

دھیان

تیری سلطنت میں آج بھی اسی کا سکہ ہے

ادھر سے دھیان ہٹے تو تجھے دیکھوں

ملکہ

میری دوستی، قبرص کی ملکہ سے ہے
مجھے اس کی سلطنت میں مرنا پسند ہے

قبا

دودھیا، بے داغ قبا پہنے
جو اترا تھا، وہ کون تھا۔۔۔؟

راکھ بھری

راکھ بھری کہانیوں کو الٹا لکھنے سے، پہلے
ان کا زہر نچوڑیں، پھر ان کی آگ بجھائیں

آٹھواں سر

میں اس کی دھن سن کر حیران رہ گیا
کیا دنیا میں کوئی آٹھواں سر بھی ہے

تعلیم

سیفو، میں تیرے سکول میں پڑھنا چاہتا ہوں
رقص و شعر و موسیقی کی تعلیم پانا چاہتا ہوں

سیفو

مٹیلین کی سیفو یا ڈیرے دار طوائف
دونوں میرا دم بھرتی تھیں

سطریں

دیویاں، مجھ پر خوش ہیں
مجھے سطریں عطا کرتی ہیں

پُرہول نسیان

میرے حسن و یقین کے بت خانے
دل کے پرہول نسیان میں غرق ہوئے

سرخرو

سامنے آکر بولتی بالتی تصویر بن جا
تجھے قتل کر کے میں سرخرو ہو سکوں،

صبح

تاریکی چھٹ گئی، سعد لمحے اترتے ہیں
نحوست مر گئی، صبح اترنے والی ہے

پیالہ

پراسرار آگہی کی دیویوں کے لیئے
میرے خون سے بھرا پیالہ پیش ہو

جلترنگ

پلکوں پر ٹھہری، نیند کی لہروں کو
جلترنگ بجاتی بدن میں اترنے دو

فاختائیں

نیند کی فاختائیں دیر سے اڑتی ہیں
بازوں کے پر تھک کر گرنے والے ہیں

پٹکا

کمر سے لپٹا اک لٹا پٹا، پٹکا
اس طرح لٹی پٹی نار، باہر نکلی

ناموزوں

تیرے آنے کی خبر ہے اور
میرا دل ہے، ناموزوں

زہرہ

خواب میں زہرہ بات کرتی تھی
مگر اس کا نام تو فریدہ تھا

ٹاس

او خود برو لڑکی، حسین لڑکی، دلربا
اس بار تو مجھے ٹاس جیتنے دے

گھر

یہ جو ملبے کا ڈھیر پڑا ہے، میرا گھر تھا
اینٹوں میں آدھی لاش میری ہے

یارو

یارو چاروں اور پھیل جاؤ اور ڈھونڈ لاؤ
وہ سرگوشی، جو میری آنکھوں میں خمار لاتی تھی

رحم

یاالہی! کچھ تو رحم ہو
مرے سات دوست کھو گیے ہیں

زندہ

تم آ کیوں نہیں جاتیں زندہ ہو کر

بولتی، جیتی جاگتی تصویر بن کر

محوِ پرواز

وہ کانوں کی سرگوشی، آنکھ کی تصویر

ہو گئی ہے میری جانب محوِ پرواز

تنکہ تنکہ

وحشت ناک تھپیڑے، اڈ اڈ کر

کر رہے ہیں مجھ کو، تنکہ تنکہ

رتھیں

تیری رتھیں چمکیلی ہیں، بھڑکیلی ہیں، مگر

ان کا چہرہ تیری طرح مخمور نہیں

اونی

اون کے جامے میں، تیرا بدن

نرم تھا، گرم تھا اونی تھا

پکنک

بس آ گئی، منہ پر کالک مل لو

ہم پکنگ کیلئے نکلنے والے ہیں

زندہ

چاند کے ہالے سے چاند کو

زندہ نکال کر لانا ہے

تختیاں

کہرام مچی بستی کا کوئی نام رکھ دیں

بے کفن لاشوں پر تختیاں لگا دیں

تعفن

ہمارے رشتوں میں تعفن پھیل گیا ہے

ہر کوئی نائب ہونیکا دعویدار ہے

نام

جوانیاں، کہانیاں، راکھ ہو چکی ہیں

فضا میں اڑتی چیخیں کس کے نام کر دیں

صور

اس کا سانس تھکن نا آشنا تھا

تمام عمر بدی کا صور پھونکتا رہا

سفر

سفر میرے ہاتھ میں سمٹ آیا

تھکن سارے وجود میں پھیلی تھی

ردّ

میری دلیلیں دم بخود کھڑی تھیں

اس کی مسکراہٹ نے رڈ کر دیں

بالفرض

بالفرض وہ مجھ سے ملنے آئے بھی

وہ کون ہے، میرا بیٹا پوچھے گا

عیش

مجھے جدائی، تمہیں دوست کا پہلو

عیش تو تمہیں نصیب ہوا

ساعت

وہ ساعت منجمد ہوئی میرے کمرے میں

جسے میں ساتھ لے کر گھومنا چاہتا تھا

وجود

میرا وجود جھڑتا جاتا ہے

زبان و مکان کے سفر میں

قطار

ایک بعد ایک، لمحوں کی قطار لگی تھی

وقت کے ساتھ حساب ہاتھ سے نکل گیا

رفاقتیں

یہ جہاں مکروہ ہیولے اٹھتے ہیں

متلی آلود فاقوں کے سائے ہیں

بے خبری

کوئی شخص بھی شناخت بدل کر

میری بے خبری کا تعاقب نہیں کر سکتاہ

عقیدت

تمہاری چاہت، عقیدت میں بدل گئی
میں کوئی کام وقت پر نہیں کرتا

گواہ

جہاں میں گر کر مر گیا تھا
وہ مٹی اس حادثے کی گواہ ہے

گالی

جب تم نے توہین میرے نام کی تھی
میں نے خاموشی سے ایک گالی دی تھی

پیلی رنگت

سرسوں جیسی پیلی رنگت والی
میرے گھر کی سیڑھیاں چڑھتی ہے

دھیان

تم میری سوچ کی سیڑھیوں پر
دبے پاؤں چڑھنا، دھیان نہ توڑنا

ہوس

زمین پر ہر طرف ہوس اگنے لگی ہے
ہوس کا بیج بلا قیمت ملتا ہے

سرکنڈے

دریا کنارے سے سرکنڈے ہٹاؤ
یہاں ایک کشتی، اترنے والی ہے

چمار

وی آئی وی لاؤنج میں اکثر
چماروں کی اکثریت ہوتی ہے

سجاوٹ

میرے مقتل میں آن کر دیکھو، میں نے
اپنا سر سجا دیا ہے اپنے ہی سرہانے پر

اداسیاں

ساری اداسیاں کہاں گئیں جو
تمہارے جاتے ہی آنے والی تھیں

نغمے

وہ انتہائی شاندار عورت ہے
سوچ کو نغموں میں بدل سکتی ہے

جادو

انگلیاں، جن میں جادو بھرا تھا
راستے میں کہیں گر گئی ہیں

واویلا

رگوں کا سرسراتا لہو
زمین پر واویلا کرتا ہے

گشت

میری تنہائی رات بھر گشت کرتی ہے
صبح دم میرے بستر پر مری پڑی ہوتی ہے

بوسے

میں نے بوسوں کا پیالہ تمہارے سرہانے رکھا ہے
تم نے اسے ایک رات میں ختم کرنا ہے

چٹخنی

تم میرے اندر داخل ہو کر
دروازے کی چٹخنی چڑھا لو

شجرہ

میرے شجرے سے میرا نام نکال دو
میرے باپ نے مجھے عاق کر دیا تھا

دُور

ٹرین ویرانے میں رک گئی ہے
اچھا ہے کچھ دیر اور دور رہیں

مکڑیاں

نیک لاشیں جن کو کیڑوں نے نہیں کھایا
مکڑیاں جالوں سے ان کی حفاظت کرتی ہیں

کہانیاں

استوپا کے اردگرد
بدھا کی کہانیاں بچھی ہیں

منع

چیونٹی کو مارنے سے پہلے ہی

بدھا نے مجھے منع کر دیا

اشوکا

اشوکا۔ پیغمبروں کی لڑی

کہاں سے ٹوٹی تھی

کھٹاک

دھندا اور ہوا کے جھونکے سے

کھڑکی کھٹاک سے بند ہو گئی

بچے

ایک ننگی لڑکی ایک ننگا لڑکا تھا

دونوں بچے تھے، کھیلتے تھے

نیند

گھاس پر ایک سرکٹی گڑیا

گہری نیند سو رہی تھی

پتے

پتے بے یار و مددگار تھے

کھال کے کنارے سو گئے

بچہ

کالے باپ کی گود میں

ایک سفید بچہ کس کا تھا

منور

تیس نمبر کی لڑکی نے

سارا بازار منور کر دیا

اذان

مرغے نے اذان دے کر

مرغی کو ہوشیار کر دیا

لڑکی

پتھروں پر اٹھلاتی لڑکی

مجھے دیکھ کر مسکراتی تھی

جھیل

برسات نے جھیل بھر دی

زندگی لوٹ آئی تھی

بورڈ

نیلے پیلے بورڈ چمکتے تھے

لگتا تھا شہر آ گیا ہے

بکنی

سمندر کنارے میں نے دیکھی

بکنی والی ایک لڑکی

اسٹوپا

بدھا پڑھاتا تھا

حسن ابدال کے اسٹوپا میں

پیغمبر

بدھا شانتی کا

پیغمبر تھا

گمشدہ

بدھا مسلمانوں کا

گمشدہ پیغمبر ہے

سلام

رقص میں گھومتی ہوا نے

کئی بار جھک کے مجھے سلام کیا

پتنگیں

آسمان رنگین پتنگوں سے

سج گیا تھا، جھومتا تھا

خیرہ

پہاڑوں کی چوٹیوں نے صبح سویرے

میری آنکھ کو خیرہ کر ڈالا

پاک

پہاڑوں پر زندگی

کسقدر پاک ہوتی تھی

قطار

بے آب صحرا میں،
کیڑوں کی قطار لگی تھی

گھنٹی

میں دشت میں کھو گیا تھا
اونٹ کی گھنٹی نے مجھے صدا دی

ایڑ

بدو بڑے ماہر تھے
ریت پر ایڑ لگاتے تھے

شہر

یہ عجیب شہر تھا جو
زمین کھودنے سے نکل آیا

ہرن

صحرا میں بھاگتا ہرن
قدرت کا عظیم شاہکار تھا

چھوٹی اینٹیں

میں پہروں بیٹھ کر
چھوٹی اینٹوں کو پڑھا کیا

موکلی

موکلی کا قبرستان دیکھو
دفنانے کی رسم کتنی پرانی ہے

پرانے لوگ

نکل آئے ہیں کتنے پرانے لوگ
آثارِ قدیم کے کھنڈوں سے

تنخواہ

یہ کھوالی کا کتا میں نے گھر باندھ لیا ہے
اس کی تنخواہ میرا دفتر ادا کرتا ہے

اژدھا

میں اپنا اژدھا، کمر میں باندھتا ہوں
بلائیں میرے سینے لگنے سے ہراساں ہیں

معیار

میرا جسم کا معیاری اینٹوں سے چنا ہے

مجھے تو دنیاوی خواب آنا بھی بند ہو گئے

حمد

درخت حمد کرتے ہیں

میں کیوں نہیں کرتا

چھوٹے قد

لڑکیاں، ڈالیوں پر جھولنے لگی ہیں

چھوٹے قد، دراز سے لگے ہیں

آندھیاں

گھونسلے ٹہنیوں پر لٹکتے تھک چکے

کسی نے آندھیوں کو باندھ رکھا ہے

چھری

پھڑ کتا دل کب تک برتن میں کودے گا

اس میں چھری چھونا باقی ہے

عارضی

لے پکڑ رکھی ہے، گھڑی تیرے سانس کی

کوئی جسموں کو عارضی مکان میں رکھتا ہے

کاغذ

سنگین مذاق کا چہرہ بلاؤں نے نوچ لیا

کاغذ ہلکے ہو کر، سڑکوں پر پھرتے ہیں

مقتول

قاتل نے قتل کر ڈالا

مقتول کھڑا سوچتا رہا

شکستہ

گرد و غبار کی ڈھیری جسم پر مل کر

میں بوسیدہ و شکستہ دکھائی دیا

ہمسائے

پھٹی ہوئی قبروں کے مکینوں کے نام

نابود ہو چکے، ہمسائے کہلاتے ہیں

مشک

تم مشک پرست ہو

مشک تو میں ہی ہوں

چمک

میری ریڑھ کی ہڈیاں پتلی ہو گئیں

جیسے کنویں میں پانی کی چمک ہوتی ہے

جلد

میری کم خوراکی سے

میرے سر کی جلد چیخ گئی

فلسفہ

میں نے یکسوئی کے اندر بیٹھ کر

مرنے اور پھر سے جینے کا فلسفہ دیکھا

ساکت

میں گھنٹوں، ساکت لیٹا رہا

پرندے مجھے نوچتے رہے

ہتھیلی

مجھے اتنی ہی خوراک کھانی تھی

جتنی میری ہتھیلی پر ٹھہر سکے

ذات

میں ذات کو چھپا کے رکھتا رہا الماریوں کے بیچ

وقت نے مجھے چیرا، میرا کلیجہ نکال لیا

بصیرت

جنم اور مرگ کے تصور کے تسلسل سے

ایک مافوق انسانی بصیرت پیدا ہوتی ہے

جنم

جنم سارے شر کی جڑ ہے

ہر بار نئے مصائب بانٹتا ہے

کاغذ

سارے مذاق کا چہرہ بلاؤں نے نوچ لیا

کاغذ ہلکے ہو کر، سڑکوں پر پھرتے ہیں

اپنشید

تمام مذہبی روائتی ادبیات،

احمقوں، فریبیوں کا کارنامہ ہیں

وقت

فطرت خالق ہے اور وقت

شکست ورنجیت کا باعث ہے

موجوادت

یہ سب موجوادت کا اصول ہے

نیکی بدی، سزا جزا، کچھ نہیں

قیاس

قیاس محض پتلی تماشا ہے

الجھاؤ، سراسرا آشفتگی

شعور

انسان کا انفرادی شعور فنا ہوتے ہی

انسان اور خدا کا اتصال ہوگا

تجربہ

ہم میں جو ہم ہیں

اس کی بنیاد تجربہ ہے

دن

خوشی کے دن اگر گنے چنے ہیں،

تو غم کے ایام بھی تھوڑے ہیں

مشرق

اپنی غربت سے تنگ آکر، شائد مشرق

ایک دن، سائنس کی طرف بھاگے

تصوف

کسی ایسے تصوف کی پناہ تلاش کرو

جو تھکا ماندہ، شکستہ حال زمین میں دفن ہو

مزاح نگار

تاریخ حوصلہ مندی کے اسباق سے بھری ہے

تاریخ سا آج تک کوئی مزاح نگار نہیں ہوا

کلیہ

روح ایک کائناتی کلیہ ہے، جو

ارتقائی قوتوں کو متحرک رکھتی ہے

جنگل

مجھے نہیں معلوم، میں کب فلسفہ بھول گیا

میرے پاس فقط ناہنجار، مبہم الفاظ جنگل رہ گیا

فتح

میری زبان، میرے منہ میں خشک ہوئی

یہ کیسی رنج بھری فتح تھی

مر گیا ہوں

جو کہتا ہے، میں نے اسے مار دیا

وہ یہ سوچے، کہ مر میں گیا ہوں

رقص

صبح کی لالی نے، بہتے پانی میں

غوطہ لگایا، شیشم رقص کرتا رہا

بے ثبات

عورتوں کی چاہت آوارہ ہوتی ہے

سمندری لہروں کی طرح بے ثبات

عورتیں

عورتیں جسے دبا لیتی ہیں

اسے نچوڑ کر چھوڑتی ہیں

آدمی

شور و شوق سے چمٹنے والی عورتوں کو

آدمی دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں

بے آبرو

تری جوانی اور میری ڈھلتی عمر نے

مل کر، مجھے بہت بے آبرو کیا

خون رنگ

میں جب کبھی کسی بے قصور کا ذکر لکھتا ہوں

میرے قلم کی سیاہی خون میں رنگ جاتی ہے

بھیک

ہر وقت عبادت میں مشغول لوگ

کبھی اپنی عقل سے بھیک نہیں مانگتے

زہر

سڑتے کوڑے کو جلائے بغیر

تم کبھی زمین کا زہر مار نہیں سکتے

ہمسائے

زمین پر پھیلے سارے ننگے بھوکے لوگ

صرف میرے ہمسائے کیوں ہیں

آغوش

کوئی شخص موجود کو جان نہیں سکتا

تا آنکہ، وہ اس کی آغوش میں جائے

خالی جگہ

پہلے اپنی روح میں تشنگی لاؤ

خالی جگہ میں کچھ نہیں بھرتا

ہمنوا

وزن اور بحر میں لکھنا بارہ کا فیصلہ ہے

سقراط کا ہمنوا صرف ایک تھا

مثال

آئنوں میں اترنے سے پہلے، عکس

سب کو چاٹ کر، دیمک مثال ہوئے

کپڑے

جنہیں تم چند کپڑے سمجھتے ہو

انہیں جلانے کے لیئے، خود بھی جلنا ہوگا

گھر لوٹنا

آخری سفر، بہت خوشگوار ہوتا ہے

برسوں بعد گھر لوٹنا سرشاری ہے

گیت

کراہتی وحشت زدہ ہوا نغمے میں بدل ڈالو

اتنا اداس لکھو کہ گیت میں ڈھل جائے

بوڑھا درخت

سارے جنگل کی شاخیں بوجھل ہیں

آج کوئی بوڑھا درخت مر گیا ہے

کشتیاں

ساحل تو رویا ہی کرتے ہیں

تم اپنی کشتیاں لے کر نکلو

ہما

ہما دنیا کا قدیم پرندہ ہے

اس کی مادہ نہیں ہوتی

اندھیرا

شمس و قمر کے ہوتے ہوئے

ہمارے گھروں میں اندھیرا ہے

فزوں

ہماری پراسرار داستانوں کا خطہ

ہمارے تخیل سے فزوں تر نکلا

چینی لڑکی

پینٹ شرٹ جین جیکٹ میں

چینی لڑکی بھی جنت نگاہ ہوتی ہے

گھاس

اس قبر کو غور سے دیکھو

اس پر ابھی گھاس نہیں اگی

خوشبو

پکے مکانوں میں کبھی

خوشبو کے جھونکے نہیں آتے

آواز

زرد گرتے پتوں کی آوازیں

درخت کی جڑیں سن نہیں پاتیں

ڈر

گھوڑوں والی تصویر کے پاس کھڑے ہو کر

وہ ایڑ لگانے سے ڈر گیا تھا

چاپ

دھند سے بھری تنہا سڑکوں پر
یہ چاپ کہیں سے نکل پڑتی ہے

پیالہ

ہاتھوں کا پیالہ بنا کر، اس نے آنکھیں بند کرلیں
الفاظ کی چاپ مسلسل ساتھ چل رہی تھی

جرم

مجھے دار پر چڑھاؤ ورنہ جرم ہوگا
یہ اندرونی کیفیت ہے، خدا جانتا ہے

قانون

سب سے بڑا قانون عشق ہے
عاق کو پابند قانون کون کرے

دنگ

ننگے گلیوں میں دانش کی باتیں کرتے ہیں
لوگ ان کی فہم وفراست پر دنگ ہیں

ملال

آنکھوں نہ بھرنے کا ہرگز مطلب یہ نہیں
اسے مجھ سے بچھڑے کا کوئی ملال نہیں

ڈھیر

کھیت میں اوندھے پڑے تھے
بھس اور گندم کے ڈھیر

چڑھائی

مسلسل چڑھائی چڑھتے اس نے سوچا
وہ جانتا ہے کہ اتر نہیں سکتا

قطار

ہلکی کہر کی نرم چادر سرکا کر
سرکشیدہ درختوں کی قطار چن دی

رفتہ رفتہ

رفتہ رفتہ وجود گھلتے جاتے ہیں
رفتہ رفتہ مٹی انہیں کھاتی جاتی ہے

وہ

دیکھو تمہیں دیکھ رہا ہے
کوٹھے کے اوپر بیٹھا، وہ

کرن

شام ہوتے ہی پھوٹی پڑتی تھی
پہاڑی کٹیا سے روشنی کی کرن

کھڑکی

اندھی کرگئی، میری کھڑکی
بارش، بادل اور دھند

مقدمہ

مکھیا کے سامنے، پنچائت میں
کوئی مقدمہ تھا ہی نہیں

آثار قدیمہ

آثار قدیمہ سے نکل آئے
منوں کلچر، پھٹے پرانے لوگ

ٹرک

قدرت کی ٹرک دیکھی تم نے
بیج کو پودے میں بدل دیتا ہے

لیمپ

وہ گلیوں میں بجھاتا پھرتا تھا
پچھلی صدی کے جلتے لیمپ

چھاؤں

میں نے میلوں کا سفر کیا
پیپل کی چھاؤں کہیں نہیں ملی

رسم

موکلی کا قبرستان کہتا ہے
دفن کرنے کی رسم پرانی ہے

پہلا قطرہ

آسمان پر کالے بادل چھائے تھے
میں نے پوچھا کب گرے گا پہلا قطرہ

ناریاں

پانی بھرتی ہیں، نیلی پیلی ناریاں
میرے کنویں کی منڈیر پر

لڑکیاں

پہاڑ چڑھتی دیکھی میں نے
سروں پر برتن رکھے، لڑکیاں

سڑک

چھوٹی سڑک نکل پڑی تھی
دیہات کے پہلے موڑ سے

مزے

پرندے، آتے جاتے ہیں
درخت کے کتنے مزے ہیں

گدگدی

تار پر بیٹھی چڑیا نے
چڑے کو گدگدی کی تھی

مونچھیں

بادلوں کے آتے ہی
رات کی مونچھیں نکل آئیں

امرود

طوطا میرا امرود کھا گیا
مجھے اچھا لگا تھا

ڈھول

گھڑسوار، تیز بھاگتا
ڈھول سے آگے نکل گیا

انگڑائی

ٹیرس پر، تم نے دیکھا
اک لڑکی نے انگڑائی لی تھی

رقص

ریت کے صحرا میں بھی، صبح
چڑیوں کا رقص ہوتا ہے

محبوبہ

رات کی محبوبہ، سرد ہوا
مرے ساتھ چپک کر سوگئی

شاعری

لیمپ کی روشنی، شاعری
جھومتی تھی، رقص کرتی تھی

لہریں

سمندر کی خونی لہریں
انسانوں کو پکارتی تھیں

روٹی

میں نے روٹی پکتی دیکھی
لکڑی کے جلتے چولھے پر

دیمک

قصہ تمام ہوا، دیمک کھا گئی
برسوں پرانے تحفے، خطوط

راستے

سورج نے برف سے ڈھکے
راستے کھول دیئے تھے

چوہا

میں نے دیکھا، مونچھوں والا چوہا
بل کے سوراخ پر بیٹھا تھا

گرم چائے

برف کے گھر میں، اسکیمو نے
ہمیں گرم چائے پلائی تھی

راستہ

میں نے پوچھا راستہ کدھر ہے
قطبی تارہ ہنس پڑا تھا

آنکھیں

میں آنکھیں ہاتھ میں لے کر بیٹھا رہا
گلی سے کوئی کتا، گذرا ہی نہیں

آبلہ

چائے دانی، مجھ پر الٹ دو
مجھے درکار ہے ایک تازہ آبلہ

بادباں

جسم کا بھی اک بادبان ہوتا ہے
آؤ اس کو کھول کر دیکھتے ہیں

پیاس

چھاگل کے ٹھنڈے پانی نے
ریت کی پیاس بجھا دی تھی

لکیریں

میرے سامنے پڑے ہاتھوں پر
اُمڈی پڑتی ہیں سینکڑوں لکیریں

کبوتر

یہ کبوتر مجھے جکڑتے جاتے ہیں
کوئی آن کر انہیں اڑا دے

کھڑکی

ساری دیواریں بھیگ چکیں
کھڑکی ابھی تک سوکھی ہے

گھاٹیاں

گھاٹیاں نیچے اتر رہی ہیں
لوگ اوپر جا رہے ہیں

کاریڈور

یونیورسٹی کے کاریڈور میں
ہم نے گذاری وہ سیاہ رات

داسی

بھگوان کو جگاتے دیکھی
میں نے ایک سندر داسی

جپھی

بھلے کوئی جننی ہو کہ چڑیل
ایک جپھی تو مجھے بھی ڈالے

ہاف سیٹ

دلدار لاتا تھا نہر کنارے
تین پیالیوں کا ہاف سیٹ

بوندیں

ٹین پر گرتی بوندیں
ساز بجاتی، گانا گاتی ہیں

چھال

درختوں پر لکھے ناموں کو
اس کی چھال کھا گئی ہے

منگتی

مندر کی سیڑھیوں پر آنکھ بچھائے
سندر منگتی ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی

جل پری

مچھیرے کی آنکھ میں
تیرتی ہے ایک جل پری

آہٹ

آدھی رات، قدموں کی آہٹ
ضرور چڑیلیں رہی ہوں گی

اچھی

بوڑھوں کو اچھی لگتی ہے
سردیوں سے زیادہ گرمیاں

گرلز ہوسٹل

گرلز ہوسٹل کی میزوں پر رکھی ہیں
سگریٹوں کی رنگ برنگ ڈبیاں

بت

چیئرنگ کراس پر کبھی
ملکہ کا بت مسکراتا تھا

پیپل

وہ سایہ دار گھنا پیپل
میری عمر کا نوجوان لگتا ہے

خاموش

چائے سامنے رکھ کر آدھا گھنٹہ

ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے

وہمیہ

وہمیہ سانپ دور ہو جائے

تو حقیقی رسی رہ جاتی ہے

ٹھنڈی سڑک

لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر

تانگے چلا کرتے تھے

وہ شام

اوڑھا دیا تھا برف نے

پہاڑ پر، سفید دوشالہ

لیڈر

بچوں کے مزے ہیں

ایک لیڈر مر گیا ہے

نوحہ کناں

کالے پلیٹ فارم پر نوحہ کناں ہے

ایک سر برید لیمپ پوسٹ

بجتی برتن

گارے سے بنا بجتی برتن

کھنکتا ہے، شور مچاتا ہے

بستیاں

بستیاں جو خلقت سے معمور تھیں

کیسی خالی، کیسی بیوہ سی پڑی ہیں

صاحب

دیوار پر لٹکی تصویر کا صاحب

دونوں جانب دیکھ رہا ہے

اندھی لکیریں

میں اپنی ہتھیلیوں پر چلتا ہوں

اندھی لکیروں کا مسافر ہوں

بوڑھا

دوستو! میں بوڑھا ہوگیا ہوں

پہلے تم، میرا پاؤں، ہموار جگہ پر رکھ دو

اداس

رات کو رونا پڑے شائد

آج دل بہت اداس ہے

مسافر

پھنسی پھنسی سی آوازیں، آن بجی تھیں

مسافر تو کہیں پیچھے ہی بچھڑ گیا تھا

ایک ہی رات میں

ایک ہی رات میں بوڑھا ہونے والا

ایک شخص، چارپائی پر گر کر چلا گیا

کھوپڑی

میری کھوپڑی میں پانی لاؤ

بس کہ یہی کام ہے اب اس کا

امین

یونیورسٹی کے کاریڈور

رازوں کے امین ہوتے ہیں

موڑ

سردیوں کی شام میں، موڑ پر

سفید کوٹ میں کھڑی اک لڑکی

لاعلاج

سنسار ایک بیماری ہے،

لاعلاج، میرے اندر بیٹھ گیا ہے

پانی

میں مٹی نہیں، ریت سے بنا ہوں

آج تک اپنا پانی ڈھونڈتا ہوں

خیال

آنکھیں کھول کر سونے والے نے کہا

خیال رکھنا، تمہاری آنکھ نہ لگ جائے

گیند

اس سفید گیند کو دیکھو
کیسے بادلوں میں اڑ رہا ہے

سناٹا

سردیوں کے چاند سے
سناٹا باتیں کرتا ہے

ایجاد

پانی پر چلنا،
ایک دن کی ایجاد نہیں

بیٹا

میرا بیٹا سمجھتا ہے کہ میں
اس کا چھوٹا بیٹا ہوں

اختیار

مالک یہ کیسا نائب ہے جس کو
اپنے اوپر چھاؤں کرنے کا اختیار نہیں

چڑیلیں

جنگل کے باہر، اک بورڈ نصب ہے،
ہوشیار! اس جنگل میں چڑیلیں بستی ہیں

تیلیاں

بارش کے پانی سے گیلی ہوکر
ماچس کی تیلیاں، اندر ہی مر گئیں

ناگ

سارے ناگ مجھے نہیں ڈستے
میں ان کی پوجا کرتا ہوں

ڈر

میرے دل میں ڈر بھرے ہیں
آج کا ڈر، گزرے کل کا ڈر

پرندے

دن بھر کے تھکے ماندے پرندے
نظر آتے ہیں میرے ماں باپ کی طرح

شاہد زبیر کی تخلیقی بوچھاڑ کا کوئی انت نہیں مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اردو ادب میں شاید ہی کسی نے اتنی تیزی سے کام کیا ہو، اس نے بیک وقت روایت سے استفادہ کیا اور اس سے کلی انحراف کرتے ہوئے جدید نثری نظم کو اعتبار بخشا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس نے شاعری کو لسانی منطق کی غلامی سے رہائی دلا کر لفظ اور تمثال کو ایک نئے انداز سے ہم آہنگ کیا ہے ۔ شاہد زبیر میں بیک وقت ایک ہمکتے ہوئے بچے اور دانا بزرگ کی تخستمثال پوری قوت سے عمل آرا ہوتی ہے اور ہمارے لئے ایک جہان کو آباد کرتی ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ سیفو سے اتنی شدت اور حدت سے محبت کرتے ہوئے ، ماضی اور حال میں مکالمہ ممکن بناتے ہوئے، آنے والے زمانوں کو نئے انداز کی بہاروں سے ہمکنار کرے۔

خالد سعید

DASTAK PUBLICATIONS
Gulgasht Colony, Goal Bagh, Multan
Cell: 0302 7766622
Email: dastakpublication@yahoo.com

Rs. 300/-